TQ Class Lesson 48 Surah Al-Imran 156-171 Tafseer

تفسیر سورۃ آل عمران 156-171

آیت 156: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز و اقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں (اور وہاں کسی حادثہ سے دو چار ہو جاتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے، ورنہ دراصل مارنے اور جِلانے والا تو اللہ ہی ہے اور تمہاری حرکات پر وہی نگراں ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت یہ بتاتے ہیں کہ موت اور زندگی اللہ کے اختیار میں ہے- اور پچھلی آیتوں میں آپ نے منافقین کا یہ قول بھی سنا **يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَٰهُنَا ۗ**-کہ کا فر کیا کہتےتھے اگر کام کے چلانے میں ہمارا کوئی حصہ ہوتا تو پھر یہ لوگ مارے نہ جاتے یہ لوگ قتل نہ ہوتے تو یہاں اللہ رب العزت اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ اے لوگوں جو ایمان لائے ہو کافروں کی سی باتیں نہ کرو اور کافروں کی سی باتیں کیا ہیں ؟ ایسی باتیں کرنا جس سے اس بات کا احساس ہو کہ اللہ کے فیصلوں سے انسان ناراض ہے اور آپ سب کو پتہ ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا یا ایسی باتیں کرناکہ وہ فلاں جگہ چلا گیا-اگر نہ جاتا تونہ مارا جاتا اور یہ تو ظلم ہو گیا- اور ایسا کیوں ہو گیا یہ عقیدہ تقدیر کے خلاف ہے اور عقیدہ تقدیر کیا ہے؟ ایمان بالغیب کا چھٹا جز ہے تو مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ موت کا وقت بھی مقرر ہے اور جگہ بھی کچھ بھی ہو جائے موت اپنے وقت پر آئے گی اور آ کے رہے گی نہ آگے آ سکتی ہے نہ پیچھے یعنی نہ پہلے اور نہ دیر سے-جہاں مرنا مقدر ہے- حیلے بہانے سے انسان وہاں ضرور پہنچ جاتا ہے اور اگر موت کا وقت نہ آیا ہو-تو انسان پوری زندگی جنگوں میں کیوں نہ گزار دے غزوات میں کیوں نہ گزار دے اسے موت نہیں آتی -

واقعہ: حضرت خالدبن ولید رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ کہ جنہوں نے زندگی بھر جنگیں لڑیں اور جن کے جسم کا کوئی حصہ بھی تلوار یا نیزے یا تیر کے نشان سے بچاہوا نہیں تھا انہیں موت آئی تو گھر پر آئی انہوں نے خود اپنی وفات کے وقت یہ الفاظ کہے تھےکہ میرے بدن پر ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں کہ جو تلوار یا نیزے کے زخم سے خالی ہو مگر میں آج اونٹ کی طرح گھر پر مر رہا ہوں تو یہاں پر یہ بات مسلمانوں کو ایمان لانے والوں کو بتائی جاری ہے ان کو نصیحت کی جاری ہے کہ تم ایسی باتیں نہ کیا کرو- یعنی کافروں، منافقوں جیسی باتیں کہ جن کے رشتے دار یا دوست احباب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں کبھی سفر میں بھی جیسے کسی کا بیٹا کسی کاامتحان تھا بورڈ وغیرہ کا امتحان تو بائیس سال کا نوجوان بیٹا، اس کو سواری دینے کے لیے گیا اورحادثہ ہو گیا اور موقع پر فوت ہو گیا تو انسان بعض اوقات اس کے دل میں یہ حسرت آنے لگتی ہے کہ اگر میرا بیٹا نہ جاتا تو شاید نہ مرتا بچ جاتایا یہ کہ فلاں ٹرین میں سفر کیا- جیسے ابھی حال ہی میں خبر سنی کہ ٹرین کے نیچے آ کر ایک عورت کے

سسر فوت ہو گئے وہ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے گئے تھے پیدل کا راستہ تھا آتے جاتے رہتے تھے، بعض اوقات انسان یہ سوچتا ہے کہ آج نہ بیٹی کے پاس ملنے کے لیے جاتے- یا بیٹی ہی یہ کہتی ہے یا رشتے دار ہی ایسے کہتے ہیں، جہاز میں بیٹھیں اور جہاز ڈوب جائے یا کوئی اس میں فنی خرابی ہو جائے تو ایسے موقع پر منہ سے مختلف الفاظ نکلتے ہیں اس کے منہ سے بہت سی ایسی باتیں نکلتی ہیں جو کہ عقیدہ توحید ،اخلاق کے اور ایمان کے خلاف ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتے کہ مسلمانوں کا، ایمان لانے والوں کا ایسا عقیدہ ہوکیونکہ ایسا عقیدہ دراصل بزدلی کی بنیاد ہے اور جب یہ عقیدہ ہو کہ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور موت کا ایک وقت مقرر ہے تو اس سے انسان کے اندر ایک عزم، ہمت، حوصلہ اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے پھر آپ کبھی ڈرتے اور پریشان نہیں ہوتے آپ کو یقین ہوتا ہے کہ موت تو جب اللہ نے چاہا تب ہی آنی ہے تو پھر ڈر کس چیز کا پھر پریشانی کیسی تو یہاں پر یہی بات ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتےاور نہ قتل ہوتے ،تو اختیار جب اللہ کے پاس ہے تو کسی کا کسی کے پاس ہونااس کو اللہ کی پکڑ اور موت سے بچا تو نہیں سکتا -اور موت تو آنی ہے اگر کوئی لوہے کے قلعوں میں بند ہو جائے اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کتنی ہی جگہوں پر چھپا کر کیوں نہ رکھ لے لیکن وہ کسی تدبیر سے موت کو ٹال نہیں سکتا تو انسان کے اندر ایک خلش رہ جاتی ہے ایک حسرت رہ جاتی ہے یہ ایک بزدلی ہوتی ہے کہ وہ ایسا کہتا ہےکہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے، جیسے بیماری میں کسی کا مر جانا، یا سرجری میں کسی کا مر جانا ،اور پھر کسی کا یہ کہنا ، کہ فلاں ڈاکٹر کے پاس نہ جاتے اس کے پاس تو اس ہسپتال میں لوگ مرہی جاتے ہیں فلاں جگہ لے جاتے تو شاید بہتری ہوتی اور خرم مراد صاحب نے آخری وصیت انکی بڑی خوبصورت لکھی تھی، فوت ہو چکے ہیں تیسری ہارٹ سرجری تھی پھر سانس واپس نہیں آئی اور جانے سے پہلے انہوں نے نصیحتیں بھی کیں ، ملے بھی ، سب کچھ انہوں نے اپنی ایک آخری وصیت یا اپنی ایک تقریر میں یہ بات کہی کہ ہو سکتا ہے (دین کی بہت خدمت کرتے تھے کتابیں بھی کافی لکھی ہیں اور تقریریں بھی انہوں نے لکھا ہے) کہ اگر مجھے کسی تقریر کرتے ہوئے موت آجائے تو تم کہوگے کہ ہر وقت جماعت کے کاموں میں دین کے کاموں میں مصروف رہتے تھے اس لیے ایسا ہو گیا، کہیں سفر میں مجھے موت آجائے کچھ بھی ہو جائے، تو ایسی بات نہ کہنا ، یہ غلط ہےکیونکہ موت جب بھی آتی ہے وہ اللہ کی حکم سے آتی ہے -اور چیزیں بہانہ بن جاتی ہیں- تو یہاں پر بھی یہ بات ہے کہ ایسے نہیں کہنا چاہیے کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے -اور نہ قتل ہوتےتو ایسا پھر کیوں ہوتا ہے لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ **لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ** اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دیتا ہے وہ کچھ اور تو کرنہیں سکتے بس ان کے دماغ میں حسرت رہ جاتی ہےوہ کفِ افسوس ملتے رہ جاتے ہیں اور وہ یہی کہتے ہیں کاش یوں ہوتا کہ کاش یوں ہوتا کاش ایسا ہوتا یا پھر کاش کہ ایسا ہو جاتا تو اس طرح وہ باتیں کرتے رہتے ہیں ،تو یہاں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اس طرح کی باتوں سے بچو کیوں **وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ-** ورنہ دراصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے، یعنی زندگی دینے والا اور موت دینے والا یہ کس کے اختیار میں ہے؟اللہ کے اختیار میں ہے اور ساتھ ہی یہ بات فرمائی کہ تمہاری تمام حرکات پر وہی نگران ہے- **وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ-** یہ آیت کا حصہ بڑا سخت ہے ، اور اللہ تعالیٰ یہاں پر اس بات کی طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ تم نے جو بھی عمل کیے تمہیں کیسےموت آئی جو لوگ بھی شہید ہوئے اور جو بچ گئے تو اللہ جانتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو کچھ لوگ جیسے منافق تھے تو وہ بھاگ ہی گئے- انہوں نے کہا کہ نہیں ہم توحصہ ہی نہیں لینا چاہتے اور کچھ لوگ تھے انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے اللہ ﷻ کے ہاں پیش کر دیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری تمام حرکات کو وہ

جانتا ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو تمہاری سوچ، تمہارا ارادہ ،نیت، عزم جو کچھ بھی ، ساری چیزیں اللہﷻ- کے علم میں ہیں یعنی کس کو شہادت نصیب ہوئی، کس کو بس ایسے ہی موت آگئی اور کس کو اللہﷻ کی مغفرت ملے گی، رحمت ملے گی، اور کس کو دنیا کے فائدے ملیں گے، یہ سارا علم کس کے پاس ہے اللہﷻ کے پاس ہے اللہﷻ کو پتا ہے اور پھر یہ کہ بعض اوقات انسان موت سے بچنے کیلیے مختلف تدبیریں اختیار کرتا ہے وہ بھی اللہﷻ کو پتا ہے اس کی تدبیریں اس کو اللہﷻ کی پکڑ سے موت سے بچا تو نہیں سکتیں ، بعض اوقات انسان بے نیاز ہو کر لڑتا ہے اللہ تعالی اس کو بھی خوب جانتا ہے ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی تھے حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ غزوۂ احد کے موقع پر زرہ اور خُود پہنےبغیر جب جنگ میں جانے لگے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں سے ان کو زرہ اور خُود پہنائی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دو تین سال پہلے انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا- انھوں نے زرہ اتار کر پھینک دی ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کےپا س آئے کہنے لگے کہ عمر زرہ وہ پہنے جسے زندگی عزیز ہو جو زندگی سے محبت کرتا ہے زرہ تو وہ پہنے، ہم تو اپنی زندگی اللہ کی راہ میں دے چکے، ایمان لانے والے پھر زرہ اتار کر پھینک دی، دیوانہ وار لڑے اور شہید ہو گئے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی وفات پر افسردہ تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کیا بات کہی تھی- آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا دو چیزوں میں میرا بھائی مجھ سے سبقت لے گیا اسلام قبول کرنے میں اور جام شہادت نوش کرنے میں - انسان جو کچھ بھی کرتا ہے دنیا کو نہیں پتا ہوتا- اللہ ﷻ سب جانتا ہے-

آیت 157 : وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

ترجمہ: اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی وہ اُن ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں

اب یہاں پر اللہ رب العزت یہ بات فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے یا مر جائے یہاں پر خاص چیز ہے **فِي سَبِيلِ اللَّهِ** اللہ کی راہ میں، اللہ کے راستے میں تو بات یہ بتائی جارہی ہے کہ موت تو ہر صورت آنی ہی ہےموت جیسے بھی آئے **قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** تمہیں اللہ کے راستے میں آئی، تم جہاد کر رہے تھے ،تمہیں شہادت مل گئی ،تم اللہ کے دین کی خدمت کر رہے تھے ،تم علم حاصل کر رہے تھے یعنی شہادت کا کوئی بھی درجہ ہو تو وہ بھی موت ہے- **أَوْمُتُّمْ** کہ تمہیں موت آگئی تم دنیا کا مال جمع کر رہے تھے اور دنیا کے مال اسباب جمع کرنے میں تم نے ساری عمر لگا دی تو یہاں پر یہ بات بتائی جارہی ہے کہ دنیا کے لیے اپنی ساری زندگی کھپا دینا یہاں تک کہ موت بھی اس میں آجائے اس سے کئی درجہ بہتر ہے**لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ** کہ انسان اس کو اللہﷻ کی راہ میں موت آئے اور جب اللہﷻ کی راہ میں اس کو موت آئے گی تو کیوں موت آئےگی کیوں اس کے اندر یہ شوق ہوگا کہ اس کو مغفرت ملے، اس کو اللہﷻ کی رحمت ملے، اورحمت اور مغفرتِ الٰہی تب ملتی ہے ،جب کسی کے اندر اخلاص ہوتا ہے، جب کوئی شخص پوری زندگی اللہﷻ کی راہ میں گزار دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں فانی چیزوں کی بجائے ، دنیا کی چیزوں کی بجائے، یہ اللہ ﷻ کی مغفرت اور رحمت کئی درجے بہتر ہے تو کیا کرو؟ کہ اس دنیا کے پرستار مت بنو دنیا کی زندگی میں جتنی چیزیں تم جمع کرتے ہو ان میں سب سے بہترین چیز کیا ہے ؟کہ تمہیں اللہﷻ کی راہ میں موت آئے، اور تمہیں اللہﷻ بخش دے اور پھر اللہﷻ کی رحمتیں تمہیں ہر طرف سے گھیر لیں- دیکھیں موت تو ہر صورت

آنی ہی ہے ، مرنا تو ہے ہی یہ جان تو آنی جانی ہے پھر جان کا کیسا دھڑکا ہے یعنی زندگی بھی انسان کے پاس ہے اور موت بھی ہے، تو پھر غم کس چیز کا غم تو اس چیز کا ہونا چاہیے کہ کس شکل میں آئے گی ، کس حال میں آئے گی، کون سا عمل کرتے وقت آئے گی، ایمان پر نصیب ہوگی بھی یا نہیں ، کلمہ نصیب ہوگا بھی کہ نہیں ہوگا، مرنا تو ہے ہی جس بھی کروٹ جاؤگے، جو بھی تدبیر اختیار کروگے تمہیں اس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ جب میں مروں تو کس طرح مروں یعنی طبعی موت مرے، تو بھی موت ہے- اللہ جل جلالہ کے راستے میں جہاد کرتےہوئے بھی مرے تو بھی موت ہے ،تو منافق ہو یا کافر ہو یا پھر مسلمان ہو ، منافق اور کافر کیا کرتا ہے؟ دنیا کے مقاصد دنیا کا مال دنیا کی جاہ و حشمت اس کو جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے،لیکن مومن اس کی زندگی کا کیا مقصد ہوتا ہے؟ کہ اس کا رب اس سے راضی ہو جائے، وہ اس کو بخش دے، اور اللہ جل جلالہ کی رحمت اس کے شامل حال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کیسی چیز ہے **خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ- ما** سے مراد پوری دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر ہے- جو کچھ انسان دنیا کی زندگی میں جمع کرتا ہے، ان سب سے بہتر اور قیمتی چیز کیا ہے؟ کہ انسان کو اللہ کے راستے میں موت آجائے

آیت 158: وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ

ترجمہ: اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہر حال تم سب کو سمٹ کر جانا اللہ ہی کی طرف ہے ۔

انسان جب مرتا ہے دنیا کے لیے یا آخرت کے لیے، جاتا کہاں ہے؟مٹی کے اندرجاتا ہے۔ اللہ کے پاس جاتا ہے، تو پھر یہاں پر جس چیزکی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ اگر تم مرو یا شہید ہو جاؤ اللہ جل جلالہ کے راستے میں تمہیں موت آئے ،بہرحال جاؤ گے تو اللہ جل جلالہ ہی کے پاس ،حاضری تو اللہ جل جلالہ کے دربار میں ہوگی، حساب کتاب تو وہیں ہوگا ،تو موت سے گھبراتے کیوں ہو؟

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

تو ہونا کیا چاہیے اس بات کو سمجھو کہ قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ شہادت کا درجہ کیا ہے؟ شہادت کا مقام کیا ہے؟ **قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** اس کے درجات کیا ہیں؟

آیت 159: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

ترجمہ : (اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم اِن لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردو پیش سے چھٹ جاتے اِن کے قصور معاف کر دو، اِن کے حق میں دعا ئے مغفرت کرو، اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔

اب یہاں سے وہ کچھ اہم باتیں کہی جارہی ہیں -رسول اللہﷺ کو مشورے دیے جارہے ہیں، رسول اللہ ﷺ جو صاحب خُلق تھے، جن کا اخلاق ہی قرآن تھا اور اللہ تعالی نے آپ کو بہترین اخلاق عطا کیا آپ ﷻ کے اندر نرمی اور ملائمت رکھی لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالی جو کہ رب ہے ،مربی ہے، وہ یہ چاہتا ہے کہ نبی ﷺ اور جو آپﷻ کے ساتھی ہیں ان کے اندر بہترین صفات ہوں اور آپﷻ کو یہ بات بھی پتا ہے کہ رسول اللہﷺ کا اپنا اخلاق کردار بے مثال تھا کہ خود قرآن اس کی گواہی دیتا ہے **اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيم** (سورۃ القلم) آپ ﷻ**اخلاق** کے اعلیٰ درجے پر متصف ہیں، قائم ہیں، فائز ہیں- توجن کے اخلاق کی گواہی قرآن نے دے دے کیا اس کے اندر کوئی کمی ہو سکتی ہے کیا اس کے اندر کوئی شک ہو سکتا ہے؟

ایک طرف آپ ﷺ کااخلاق بہترین دوسری طرف صحابہ کا کیا معاملہ تھا ؟کہ وہ جان اور مال سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے پھر ہوا کیا غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ**کے** صحابہ سے ایک غلطی ہو گئی لغزش ہو گئی اور اب یہاں پر کیا خطرہ تھا کہ جب صحابہ سے غلطی ہو گئی کہیں ایسا نہ ہوکہ صحابہ افسردہ ہوں ان کو صدمہ ہو، اور اس غلطی کی وجہ سے پھر وہ کچھ کام ہی نہ کریں، مایوس ہو جاتے ہیں، شیطان مایوس کر دیتا ہے کہ اتنی بڑی غلطی ہوگئی اب کہاں اصلاح اب کہاں توبہ تو اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا -کہ تمہیں معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ** اللہ نے تمہیں معاف کر دیا- کہ غلطی تو تم نے کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں پھر بھی معاف کر دیا،اب یہاں پر رسول اللہ ﷺ سے بھی جو غلطی ہوئی اور پھر کیا ہےکہ صحابہ کی غلطی کی وجہ سے آپ ﷺ زخمی بھی ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایاتھا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کر دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر بھی فورا فرمایایعنی ہدایت سے تمہارا کوئی سروکار نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فورا اس پر سرزنش کی، فورا اس کی اصلاح کی، کیوں رسول اللہ ﷺ جب زخمی ہوئے تو آپ ﷺ کے منہ سے کفار کیلیئے بد دعا نکل گئی تھی کہ وہ قوم کیسے فلاح پاس سکتی ہےجو اپنے نبی کو زخمی کرے- فرمایا اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے چاہے سزا دے ،کیونکہ وہ ظالم ہیں تو وہاں بھی فیصلے کے اختیارات اللہﷻ**کے** ہاتھ میں ہیں اللہﷻ نے یہ اعلان کر دیا تو اب یہاں پر بھی کہ صحابہ سے جو اتنی بڑی غلطی ہوئی تھی اور رسول اللہﷺ کا جو دل تھا ہو سکتا تھا کہ تھوڑی بہت ایسی کیفیت پیدا ہو کہ آپﷺ کو اس بات کا افسوس ہو کہ صحابہ سے یہ غلطی ہوئ یا جیسے ان کا اصرار تھا کہ جنگ میدان میں جا کر کی جائے،مدینے کے اندر نہ کی جائے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ اے پیغمبرﷺ **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ** یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے، سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ**کی تعریف**، آپ ﷺ**کی** ثنا، آپﷺ کی عظمت شان کو بیان کیا گیا ہے، کہ آپ ﷺ**کے** اندر تو یہ صفات موجود ہیں، کیا؟ کہ **مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ** کہ آپﷺ ان کے لیے نرم ہیں، اور نرم کیوں ہیں؟ **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ** کہ یہ اللہ کی رحمت ہے ، یعنی آپﷺ کے اندر یہ صفات ہیں تو صحیح لیکن صفاتِ کمال کا آپ ﷺ**کے** اندر پیدا ہونا یہ اللہ کی رحمت ہے ،کسی کا ذاتی کمال نہیں ہے رحمت کا لفظ اور ساتھ اللہ کا یہ لا کر، ایک طرف رحمت و عظمت کی طرف اشارہ کیا گیا، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا - کہ یہ صفت ہم نے آپﷺ کو دی ہے کہ آپﷺ کے اندر نرم خوئی خوش اخلاقی ہے، آپﷺ کے اندر عفوو درگزر ہے ،اورساتھ ہی کیا فرمایا **وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ** کہ اگر آپ تند خُو اور سخت دل ہوتے **لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ** تو لوگ آپ ﷺ**کے** اردگرد سے چھٹ جاتے- کہ اگر آپﷺ کے مزاج میں سختی ہوتی اور نرمی اور ملائمت نہ ہوتی تو پھر لوگ آپ ﷺ**کے** پاس جمع ہی نہ ہوتے ، اب یہاں پر یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں- کہ ان کے اندر کریمانہ طرز عمل ہو اور ہر امیر کے جو اچھے اوصاف ہیں وہ

یہاں پر بتائے گئے ہیں، کہ کسی بھی جماعت کا کوئی امیر ہے، کہیں کا بھی کوئی سردار ہے ،گھر کے اندر ماں باپ ہیں، وہ گھر کے رہنما ہیں تو اسی طرح کہیں بھی کسی بھی جماعت میں، تنظیم میں، ادارے میں، سکول میں کہیں بھی کوئی جو سر براہی کرتا ہے تو اس کے اندر کیا ہونا چاہیے نرمی ہونی چاہیے۔

کوئی کاروان سے ٹوٹا کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیرکاروا ں میں نہیں خوئے دل نوازی

علامہ اقبال یہ بات کہتے ہیں، تو خوئے دل نوازی کیا ہوتی ہے؟ نرمی ،محبت، ملائمت اور جب یہ چیز نہیں ہوتیں تو لوگ چھوڑ چھاڑ کر چلے جاتے ہیں، بدگمان ہو جاتے ہیں ،کہ امیر کے اندر حلم نہیں ہے، شفقت نہیں ہے، مھربانی نہیں ہے، محبت و ہمدردی نہیں ہے، تو کوئی ساتھ نہیں رہتا، سختی کی وجہ سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں، تو یہاں پر دراصل دعوت و تبلیغ کا اور دعوت الی اللہ کا اور انسانوں کی تربیت اور اصلاح کا بڑا ایک اہم نکتہ بتایا گیا ہے-کہ جو شخص بھی انسانیت کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا چاہتا ہے- تو اس کو اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے چاہیئے۔ یعنی پیغمبرانہ کام کرنے کیلیئے پیغمبرانہ اوصاف بھی ہونے چاہیئے- اﷲ تعالیٰ فرما رہے ہیں -کہ پیارے رسول اللہ ﷺ کے اندر یہ چیز موجود ہے اور ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ یہ میری رحمت ہے اگر تیرے پاس یہ نہ ہوتی تو لوگ تیرے پاس نہ رہتے، تیرا ساتھ نہ دیتے ،تیرے ساتھ نہ چلتے تو

بہترین چیز کیا ہے نرمی ، محبت اور حسنِ اخلاق۔

حدیث :

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میزان میں جو چیز سب سے زیادہ بھاری ہوگی وہ حسن اخلاق ہے۔ **روایت تر مذی**

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو ثواب عطا کرتا ہے- وہ سختی پر عطا نہیں کرتا- اور نہ نرمی کے سوا کسی اور شئے پر عطا کرتا ہے۔ **روایت مسلم**

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں- کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے، اور تمام امور میں نرمی کو پسند کرتا ہے- **روایت بخاری**

حدیث : حضرت ابو ذر اور حضرت معاذ بن جابر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا -تم جہاں کہیں بھی ہو -اللہ سے ڈرتے رہو- اور گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو، کہ وہ اسے مٹا دیتی ہے- اور لوگوں کے ساتھ اچھے خلق سے پیش آیا کرو، تو یہاں پر بھی ہمیں کیا چیز پتا چلتی ہے ؟کہ حسنِ اخلاق کا ہونا اچھے اخلاق کا ہونا کتنا ضروری ہے۔

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں گفتارِ دلبرانہ کردارِ قاہرانہ

یہاں پر یہ آیات ہمیں کیا چیز بتاتی ہیں کہ ہمارے اندر نرمی ہونا چاہیے،محبت ہونا چاہیے۔

اور نبی ﷺ کا کردار پتا چلتا ہے؟ کہ آپ ﷺ **صحابہ** کے ساتھ بہت نرم مزاج تھے- اور پھر آپ دیکھیں کہ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں، چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہوتی ہیں، تو معمولی معمولی باتوں پر سب کے سامنے ان کو ٹوکنا نہیں چاہیے ، بعض اوقات بچوں کو مہمانوں اور رشتہ داروں کے سامنے ٹوکتے رہتے ہیں کہ یہ کیوں کر لیا، یہ کیوں پہن لیا ،ایسے کیوں کھڑے ہو، اب یہ کونسا وقت ہے، بچوں کی بھی عزت نفس ہوتی ہے، تو جب ماں بچوں کی عزت نفس کا خیال نہیں رکھتے تو اس سے ان کا دل دکھتا ہے، بچوں کوسمجھانا چاہیے ، مہمان چلے جائیں تب یا مہمانوں کے

آنے سے پہلے مگر اس وقت درگزر کرنا چاہیے، بچوں کے نازک احساسات مجروح ہوتے ہیں، اسی طرح بیوی سے اگر کوئی کمی بیشی ہوتی ہے، تو شوہر کو سب کے درمیان میں اس کورشتےداروں کے سامنے کچھ نہیں کہنا چاہیے، جیسے ایک عورت جب چھٹی گزارنے پاکستان گئ ،واپس آئی تو کہنے لگی، کہ یہاں تو اس بات کا اندازہ نہیں ہوا جب پاکستان گئے،تو اندازہ ہوا ، کہ وہاں پر شوہر سب کے درمیان میں ڈانٹ رہے ہیں -

یا سب کے درمیان میں کوئی بات کہہ رہے ہیں تو چیزیں وہاں پر جا کے کوئی اتنی محسوس نہیں ہوئی کہ کس نے کیا دیا، کس نے لیا کوئی ایسی کمی بیشی پر یہ بہت افسوس ہوا کہ پتہ نہیں کیوں ایسے ہو جاتا تھا یا شوہرایسا کیوں کرتے تھے بعض اوقات ایسا نہیں ہوتاکہ دوسرا شخص جان بوجھ کر کرتا ہے غلطی ہو جاتی ہے یا عادت ہوتی ہے بیوی کو کہا جا سکتا ہے بیوی کو ڈانٹا جائے یا سمجھایا جا سکتا ہے بعض اوقات ناگزیر ہوتا ہے بہت کم ایسے لمحے ہوتے ہیں کہ جس میں سب کے سامنے کہنا پڑا یا پھر کمرے میں رات کے وقت یا کسی بھی ایسے وقت علیحدگی میں بات اشارے کنایہ میں سمجھا ئی جا سکتی ہے کہ ہر ایک کی عزت نفس ہے یہ چیزیں بھی اس کے اندر آتی ہیں- پھر اس کے بعد آپ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول کیا بنتا تھا آپ بہت ہی رحیم اور شفیق تھے-

حدیث : حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں- کہ ایک بار ہم کچھ ہم عمر نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچےاور آپ ﷺ کی خدمت میں ہم رات تک رہے، تو واقعی اللہ کے رسول ﷺ انتہائی رحیم اور نرم دل تھے ،جب آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ ہمیں اب اپنے گھر والوں کی یاد ستارہی ہے تو ہم سے پوچھنے لگے کہ تم لوگ اپنے گھر میں کن کن لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو، ہم نے تفصیل بتائی- تو فرمایا -اچھا تو اب تم لوگ اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ-اور انہی کے ساتھ رہو اور جو کچھ تم نے سیکھا ہے- انہیں سکھاؤ اور انہیں نیک باتوں کی تلقین کرو، اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سے سب سے بڑا ہو وہ امام بن جائے، تو اس سے بھی ہمیں کیا پتا چلتا ہے، کہ نرمی، محبت اور نرمی حالانکہ آپ ﷺ دین سکھا رہے تھے لوگ دین سیکھ رہے تھے ،لیکن آپ ﷺ کو احساس ہوا کہ لوگ اداس ہو رہے ہیں اپنے گھر والوں کے لیے کیونکہ اصحاب صفہ اور بعض صحا بہ آ کر ٹھیرا کرتے تھے کیوں آپ دین سکھا رہے تھے پھر نبی ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ بات کہتے ہیں کہ اگر آپ تندخو اور سخت سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے ، بعض وقت نمک تیز ہو جائے تو بعض لوگ ہنڈیا توڑ دیتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا کھانا پکایا ہے،جانوروں کا ہے یا انسانوں کا ہے ،اور چھوٹی چھوٹی باتیں بعض وقت ایسی ہوتی ہیں کہ آپ سوچیں کہ میاں بیوی جب شادی ہوتی ہےدو پودے ہیں دونوں مختلف آب و ہوا میں مختلف سر زمین میں مختلف مالی کے ہاتھوں پلے بڑھے ہیں اور ایک پودے کو ایک زمین سے نکال کر دوسری زمین میں کاشت کیا جا رہا ہے اس کو پھلنے پھولنے میں، دوبارہ سے تنومند ہونے میں، اور بڑا ہونے میں ، تناور درخت بننے میں، کچھ وقت تو لگے گا آپس میں ایک دوسرے کو سیکھنے سکھانے کے لیے کچھ قربانی کرنی پڑے گی-

مفہوم حدیث : رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں- کہ آپ ﷺ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے،کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار شکر فرماتے تھے، کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے،کھانا جس قسم کا سامنے پیش آتا تناول فرما لیتے اور اس کو برا نہ کہتے اگر کوئی کسی امرِ حق کی مخالفت کرتا تو آپ کو غصہ آجاتا -اور اس کی پوری حمایت کرتے، لیکن خود اپنے ذاتی معاملے پر آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہیں آیا ،اور نہ کبھی کسی سے انتقام لیا ،تو یہاں پر ہمیں پھر کیا چیز پتا چلتی ہے کہ ہمارے اندر بھی نرمی ہونی چاہی، اور

محبت ہونی چاہیے، حسن اخلاق ہونا چاہیے، کہ دوسروں کی جو غلطیاں ہیں -ان سے درگزر کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ سے دیکھیں کتنی بڑی بڑی غلطیاں ہو گئیں، غزوۂ احد کے موقع پر تو کیا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں-

فَاعْفُ عَنْهُمْ ان کے قصور معاف کر دو تو آپ دیکھ لیجئے کہ ضروری ہے، قائد کے لیے کہ عوام کی خطاؤں کو معاف کر دے،عفو و درگزر سے کام لے،اور ایسا عفوو درگزر کہ مطلب ان کی جو زیادتی ہے ،ان کا بدلہ لینے کی بجائے ان کو برا بھلا کہنے کی بجائے اس سے نرمی سے کام لیں تیسری چیز کہی-

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں- اب اتنا ہی کافی تھا، کہ ان کو درگزر کر دیا جائے ، بلکہ اللہ تعالیٰ نےفرمایا- کہ اللہ سے بھی مغفرت مانگیئے اور ہدایت بھی- یہی نہیں بلکہ دل سے ان کی خیر خواہی نہ چھوڑیں اور سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی آخرت سنور جائے اللہ کہیں ان کی غلطیوں پر ان کو آخرت میں پکڑ نہ لے- یعنی دنیا میں تو آپ نے معاف کر دیا اور اگر اللہ نے پکڑ لیا تو کیا ہوگا-

اب اللہ سے سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ عذاب سے ان کو بچائے،تو ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا **وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ**-

اس سے ہمارے لیے کیا اصول نکلتا ہے کہ بعض اوقات بچوں سے غلطیاں ہوتی ہیں تو ماں باپ کہتے ہیں جاؤ جائیداد سے عاق کر دیا اب وراثت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں اب ہمیں کبھی منہ نہ دکھانا اب ہمارے گھر کبھی نہ آنا بہن بھائی آپس میں کہتے ہیں کہ اب ہمارے رشتے ناطے ختم، ہم نہیں ملیں جلیں گے، دوست دوستیاں چھوڑ دیتے ہیں، جینا مرنا، تعزیت ختم، ناراضگیاں ہو گئیں ، تو یہاں پر کیا کہا جاتا ہے کہ نرمی کرو، اس سے اصول یہ ملتا ہے عمومی زندگی میں روش نرمی کی ہونی چاہیے عام چیزوں میں اوراصولوں کے معاملے میں سخت ہونا چاہیے، سختی ہونی چاہیے - کسی نے بڑی اچھی بات کہی کہ اتنا میٹھا نہ ہو کہ کوئی کھا جائے اور اتنا کڑوا نہ ہو کہ کوئی تھوک جائے، تو نرمی کیا ہے؟ جیسے بچوں کے ساتھ اب نرمی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نماز کے لیے ان کو نہ جگایا جائے، نرمی کا غلط مطلب لے لیتے ہیں- دین کی جو بنیادی اصول ہیں، نمازوں کے لیے جگانا ہے ، لڑکیوں کو دوپٹہ یا جلباب پہنا ہے،صلہ رحمی کرنا ہے، والدین بچوں کو ادب آداب سکھاتے ہیں تو پھر ان کو یہ سکھانا ہی ہے تمیز تہذیب دینی ہی ہے- لیکن ویسے نرمی اور محبت کا معاملہ ہونا چاہیے- اسی طرح استاد کا اپنے شاگردوں کے ساتھ جتنا ہو سکتا ہے وہ شاگردوں کے ساتھ نرمی اور محبت کا رویہ ہو- ان کے رویے یا ان کے انداز اور طور طریقےسے ان سے صرف نظر کریں کیونکہ استاد کا مقام بہت بلند ہے، جیسے ایک تحریک کے قائد کا یا گھر کے والدین کا یا کسی ادارہ کے سربراہ کا مقام ہے- ہر شخص کو اپنے مقام کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے- ان کا مقام کیا ہے اور جو عوام ہیں جب وہ خاص بنتے ہیں، تو ان کو اپنی خاصیت قائم رکھنی چاہیے - پھر اگلی چوتھی بات جو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں - **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** کہ دین کے کام میں ان کو شریکِ مشورہ رکھو-

اس کا کیا مطلب تھا، کہ غزوۂ احد میں جب مشورہ کیا تھا -تو کچھ صحابہ نے کہا- باہر نکل کر جنگ کرنی چاہیے-اتنا نقصان ہوا، تو اب کہیں ایسا نہ ہو کہ دل میں یہ بات آجائےکہ ان سے مشورہ نہیں لینا چاہیے ، بعض اوقات جب کوئی مشورہ دیتے ہیں تو مشورہ الٹا بھی ہو جاتا ہے تو پھر کہتے ہیں ان سے مشورہ نہیں لینا چاہیے ان کو تو آتا ہی کچھ نہیں ،یہاں پر کہا جا رہا ہےکہ نہیں دل بھی صاف ہو ، استغفار کی دعا بھی ان کے لیے اور ان کے ساتھ ساتھ اپنی مشاورت ان کو دیتے رہنا- یعنی ان سے

مشورہ کرتے رہنا -تو **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** اور مشورے کے بارے میں قرآن میں ایک تو سورۃ الشوری میں ہمیں ملتا ہے-
وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ان کے معاملات ،ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے- پھر اسی طرح دودھ پلانے کے معاملے میں آپ نے پڑھا تھا **عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ** کہ بچے کا دودھ چھڑانا ماں اور باپ دونوں کی رضا مندی اور مشورے سے ہونا چاہیے-تو اسی طرح یہاں پر حکم ہے پیارے رسول ﷺ کے لیےکہ اہم معاملات میں ان سے مشورہ کیجئیے-**الْأَمْرِ** - **امر** عام معاملہ اور**الْأَمْرِ** خاص معاملہ- قائد اہم معاملات میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرے-اسی طرح ماں باپ کو گھر کے معاملات میں اپنے بچوں سے مشورہ کرنا چاہیے، شوہر کو بیوی سے ، بیوی کو شوہر سے اور دوستوں سے بھی بعض اوقات ہم مشورہ کر سکتے ہیں ،اسی طرح جو امیر ہے یا قائد ہے یا ناظمہ ہے اس کی بھی ذمہ داری ہےکہ وہ اپنے کارکنان سے مشورہ کرے -رسول اللہ ﷺ سے یہ بات پتہ چلتی ہے
مفہوم حدیث: آپ ﷺ نے فرمایا -جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے- اس پر لازم ہے کہ اس معاملے میں جو کام وہ خود اپنے لیے تجویز کرتا ہے وہی رائے دوسرے کو دےاس کے خلاف کرنا خیانت ہے-
تو مشورہ دینا بھی امانت ہے- جب کوئی مشورہ مانگے تو آپ بے نیاز نہ ہو جائیں کہ ہاں ٹھیک ہے جیسے بھی کر لیں وہ کہتا ہے ایسے کروں یا ویسے کروں آپ کہتے ہیں ہاں ایسے کرلیں ، یعنی آپ کسی سے مشورہ کرتے ہیں ، دوسرا شخص بڑی بے نیازی کا ثبوت دیتا ہے بہت توجہ کے ساتھ اچھے سے اس کو مشورہ دینا چاہیے کہ یہ امانت ہے، مثلا جیسے اب گھر میں بچے ہیں، فیملی ہے تو بعض اوقات گھر کے جو قائد ہیں وہ باہر جا کر بڑے بڑے فیصلے کر دیتے ہیں باہر والوں سے اور لوگوں سے، گھر والوں کو کانوں کان خبر ہی نہیں ہوتی، دوسرے لوگوں سے پتا چلتا ہے اچھا یہ ہو رہا ہے تو پھر ایک بد اعتمادی کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے تعلقات کی خرابی کی، تو کیا ہے کہ مشورہ کرنا چاہیے، یہاں تک کہ اگر گھر میں رنگ ہی کرنا ہے بچوں کو جمع کر کے کہ کس رنگ کا کیا جائے، سفید کر لیں ، گلابی کر لیں، کونسا کر لیں ، قالین بچھانا ہے، کس رنگ کا ہو صوفہ لانا ہے اور ہمارا بجٹ ہمارا اتنا ہے ، بچوں کو ملا کر بیوی سے شوہر سے مل کر آپس میں پوچھیں کہ کیا کریں کھانا ہی پکانا ہے ،اگر تین آپ کے بچے ہیں ایک کہے گا آج پیزا بنائیں دوسرا کہتا ہے پلاؤ بنانا چاہیے، تیسرا کہتا ہے مجھے تو روٹی اور بھنڈی چاہیے، جس کو جو پسند ہو، آج یہ کر لیں کل وہ کر لیں، پرسوں وہ کر لیں، تینوں بچے خوش ہو جائیں گے ، مشورے میں برکت بھی ہوتی ہے،اور آپس میں تعلق مضبوط ہوتا ہے- بچوں کو اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے -اسی طرح استاد نے پڑھانا ہے، کرسیاں کیسے رکھنی چاہیے ، وقت کیا ہو گا، لباس کیا ہو گا، ہم بہت سے ایسی چیزیں ہیں کہ اپنے شاگردوں سے مشورہ کر کےکریں تو ان کو بھی اپنی اہمیت اور قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے- اور زیادہ اچھے سے سفر طے ہوتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں یہ مسئلہ ہو رہا ہے یہ مشکل ہو رہی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ماں باپ کو پتا نہیں ہے یا استاد کو پتا نہیں ہے قائد کو پتا نہیں ہے ،پتا تو ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ پیارے رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کو لازم کر رہے ہیں، حکم ہے **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ** کہ آپ دین کے کاموں میں ان کو شریک مشورہ رکھا کریں تو پھر میری اور آپ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ مشورہ نہ کیا جائے- اسی سے ایک بات اور بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ کرنا ،جس کو استخارہ کہتے ہیں، اللہ سے خیر طلب کرنا اور جو شخص استخارہ طلب کرتا ہے -وہ کبھی نامراد نہیں ہوتا-
ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے یہ بات پتا چلتی ہے

استخارہ یعنی خیر مانگنا ، زندگی کے اہم معاملات میں سفر کرنا ہے، نکاح، تجارت ، کاروبار گھر کہاں لیں، بچوں کو کون سے اسکول میں داخلہ کروائیں، دونوں ہی اچھے لگ رہے ہیں اور زندگی کی بہت سی ایسی چیزیں اہم معاملات، اس میں استخارہ کرنا چاہیے ،بعض لوگ بہت پریشان ہوتے ہیں اور ڈرتے ہیں، سمجھتے ہیں، شاید یہ مولویوں کا کام ہے- ہر مسلمان اور مومن اس کا یہ کام ہے کہ وہ استخارہ کرے- اور بہت آسان طریقہ ہے -کہ دو رکعت نفل پڑھ کر ایسے اوقات میں پڑھنے چاہیے- جو ممنوع نہیں ہیں -مثلاً سورج نکل رہا ہے -یا سورج غروب ہو رہا ہے- اس کے علاوہ کے اوقات میں آپ دو نفل پڑھیں اس کے بعد حمد و ثنا کرنا اللہ کی تعریف سورۃ الفاتحہ پڑھ لیجیے- رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج لیجیے اور اس کے بعد استخارہ کی جو مسنون دعا ملتی ہےحدیث کی کتابوں میں وہ پڑھ لیں۔

دعائے استخارہ :

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ ، وَ أَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَ أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لاَ أَقْدِرُ، وَ تَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ ، وَ أَنْتَ عَلاَّمُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ وَ عَاجِلِهٖ وَ اٰجِلِهٖ ، فَاقْدِرْهُ لِیْ ، وَ یَسِّرْهُ لِیْ ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ أَمْرِیْ وَ عَاجِلِهٖ وَ اٰجِلِهٖ ، فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ ، وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ -"

آخر تک پڑھ لیجیے **اِنَّ ھذا الامر** جب آئے تو اس پر اس معاملے پر غور کریں جس پر آپ استخارہ کرنے جا رہے ہیں- اور ایک بات بعض لوگوں سے یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ استخارہ کریں تو خواب دیکھنا ضروری ہے ایسا ضروری نہیں ہے، ہو سکتا ہے آپ کو خواب بھی نظر آئے - اور ہو سکتا ہے خواب نہ بھی آئے لیکن آپ کا دل کسی ایک چیز پر ٹھک جائے گا- آپ کے دل کو ایک سکون ،اعتماد کی سی کیفیت محسوس ہوگی تو یہ آپ کے استخارہ کا جواب ہےکہ دو معاملوں میں سے اس معاملے میں میرا دل مطمئن ہے، دوسرے کے بارے میں جب میں سوچتا ہوں دل بےچین ہونے لگتا ہے تو خواب کا دیکھنا ضروری نہیں ہے اور رات کے وقت ہی کرنا ضروری نہیں ہے دن کے وقت بھی آپ کر سکتے ہیں- بعض لوگ کہتے ہیں ابھی رات نہیں ہے، کام ابھی کرنا ہے تو دین کی سمجھ ہونی چاہیے، اچھا یہ بھی کچھ لوگوں نے کاروبار بنا لیا ہے کہ بعض لوگ استخارہ کرواتے ہیں کہ جیسے میں نے جب امریکہ میں تھی تو پتا چلا کہ لندن میں کوئی پچاس ڈالر لیتا ہے اور استخارہ کرتا ہے استخارہ قرآن سے نکالتا ہے کہ میں نے کہا اس کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ قرآن کو ایسے بند کر کے کھولتے ہیں یا کھولتی ہیں جو بھی ہے تو اس میں سے وہ جو آیت آتی ہے -پھر اس کے مطابق بتا دیتا ہے یہ سب چیزیں غلط ہیں ، یعنی استخارہ قرآن سے نکالنا- حالانکہ اللہ کے نبی کی سنت ہے جو طریقہ میں نے آپ کو بتایا ہے اور دوسرا یہ کہ ہاں اگر آپ اپنے بیٹے کا رشتہ طے کر رہی ہیں آپ اپنی بہن سے مشورہ کرنا چاہتی ہیں کہ میں یہاں کرلوں تو بہن بھی استخارہ کی دعا پڑھ کے اپنی رائے دے سکتی ہے-نانی دادی دے سکتی ہیں دادا دے سکتے ہیں آپ کا دوست آپ سے مشورہ کرتا ہےتو دوست بھی استخارہ کی دعا پڑھ کے آپ کو اپنی رائے دے سکتا ہے تو یہ کاروبار نہیں ہے کہ دوسروں سے کروایا جائےبہتر ہے کہ جس کا معاملہ ہو وہ خود کرے، ہاں اچھے نیک لوگوں سے مشورہ کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ طور طریقہ کہ خود کرنا ہی نہیں معاملہ بھی اپنا تو یہ چیز بھی صحیح نہیں ہے، چوتھا کیا تھا کہ مشورہ کیا کریں یہ بات کیا تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے مشورہ کیا -غزوۂ احد میں جو وقتی طور پر تھوڑی سی شکست ہو گئی تھی تو ایسا نہ ہو کہ آئندہ مشورہ نہ کیا

جائے - اس پر توجہ دلائی گئی اور دوسری بات یہ کہ غزوۂ خندق /احزاب کے موقع پر بھی آپ ﷺ **ایک** معاہدہ کرنا چاہ رہے تھے، جب ہر طرف سے کافر اکٹھے ہو گئے تھے تو آپ چاہتے تھے کہ مدینہ کی جو پیداوار ہےاس1/3 یا 1/2 یا کچھ حصہ یہودیوں کو اور کافروں کو دے دیا جائے۔
اور اس طرح اس وقت یہ چلے جائیں اور زور ٹوٹ جائےتو اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ہم سے یہ ایک حبہ ایک دانہ نہ لے سکے اب جبکہ ہم مسلمان ہوئے ہیں آپ ﷺ ہمارے ساتھ ہیں تو اب ہم ایسے کیسے ان سے یہ معاہدہ کر لیں اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی رائے مانی اور وہ معاہدہ نہیں کیا تھا مشورہ کیا آپ ﷺ نے، لیکن رائے صحابہ کی مانی- اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر رائے دی تھی،اسی طرح جب واقعۂ افک ہوا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا گیا تھا بہت پریشان تھے -تقریباً مہینہ تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی مدینہ میں باتیں اڑ رہی تھیں مسلمان اور صحابہ اور پیارے رسول اللہ ﷺ سب پریشان تھے تو آپ ﷺ نے تب کیا کیا تھا مشورہ کیا تھا ، صحابہ کو جمع کر کے لونڈی کو بھی بلا کر پوچھا کہ عائشہ کیسی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پوچھا ،آپ نے سیرت کی کتابوں میں واقعات پڑھے ہوں گے -پھر اس کے ساتھ ہی ہمیں کیا بات پتا چلتی ہے -کہ مشورہ کر کے پھر جو بھی چیز صحیح لگے اس پر عمل کر لینا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا، صحابہ یہ کہتے ہیں کہ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بہت پیار کرتے تھے وہ عمر میں چھوٹے تھے،لیکن اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے ان کے لیے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین کی سوجھ بوجھ دے قرآن کا علم دے- تو وہ **مفسر قرآن** کہلائے-
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات اچھی لگتی تھی تو رسول اللہ ﷺ سب صحابہ سے مشورہ کرتے تھے، لیکن ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا-
حدیث: کہ جب تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ تو میں تم دونوں کے خلاف نہیں کرتا کہ وہ آپ ﷺ کے خاص وزیر تھے،خاص مشیر تھے-
پھراس کے بعد **پانچویں چیز** کیا ہے **فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ** جب تمہارا عزم کسی رائے پر متفق ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں - اب جو اگلی خوبی آئی ہے وہ یہ ہے کہ توکل کرنا اور اس سلسلے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے بھی یہ بات پتا چلتی ہے
حدیث: آپ نے ایک موقع پر فرمایا-کہ آدمی کی خوش نصیبی ہے- کہ جو کچھ اللہ اس کے لیے فیصلہ کرے- اس سے راضی ہو، اس پر قناعت کرے ،اور آدمی کی بدبختی یہ ہے، کہ اللہ سے خیر اور بھلائی کی دعا نہ کرے اور آدمی کی بدنصیبی یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور فیصلہ پرناراض ہو-
تو توکل کے معنی کیا ہیں؟ کہ اللہ کو اپنا وکیل بنانا، اللہ پر اعتماد کرنا، اور وکیل ہوتا ہی سرفہرست ہے بہتری اور بھلائی کی چیزیں سوچتا ہے ،خرابیوں سے بچاتا ہے، (یہاں تو خوب وکیل کی سمجھ آتی ہے کہ آپ ہل ہی نہیں سکتے جب تک وکیل نہ ہو ،آپ کھا نہیں سکتے ، آپ خرید نہیں سکتے، آپ بیچ نہیں سکتے ، میرا وکیل بولے گا اور کہا جاتا ہے آپ نے بولنا بھی نہیں ہے وکیل بولے گا آپ نے سوچنا بھی نہیں ہے یہ آیتیں یہاں کے ماحول میں خوب سمجھ میں آتی ہیں -کہ وکالت کیا ہے ؟ مومن کا وکیل کون ہے ؟ اللہ اور اللہ کو وکیل بنانے کا مطلب کیا ہے؟ کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ آئے گا اس میں بھلائی ہے، اسی میں میری بہتری ہے، اللہ جس حال میں مجھے رکھےخوش ہے-

حدیث: ایک آدمی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ پر توکل کروں یا اسے چھوڑ دوں اور توکل کروں- آپ ﷺ نے فرمایا پہلے تم اسے باندھو، پھر توکل کرو-
کسی چیز کو حاصل کرنے کی جو تدبیر ہے وہ پوری کرے اور پھر اللہ سے دعا کرے کہ میں نے تو ممکن تدبیر کر لی، اب تُو مدد فرما۔
حدیث: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ آدمی کا دل ہر وادی میں بھٹکتا رہتا ہے- جو شخص اپنے دل کو وادیوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے گا- تو اللہ کو پرواہ نہ ہوگی- کہ اس کو کون سی وادی تباہ کرتی ہے -اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا -اللہ تعالیٰ اس کو ان وادیوں اور راستوں میں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچا لے گا۔
اللہ کو جب انسان اپنا سرپرست بنا لیتا ہے- تو اللہ اس کے دل کے خیالات کو یکسوئی دے دیتا ہے اس کو ایک خا ص سمت دے دیتا ہے ہےتو اس سے ہماری عملی زندگی کے لیے کیا اصول نکلتا ہے-

مالی دا کم پانی دینا، بَھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پَھل پُھل لانا، لاوے یا نہ لاوے

یہ بڑی خوبصورت مثال ہے- بہت خوبصورت شعر ہے- اس کا مطلب یہ ہےکہ مالی کیا کرتا ہے زمین کو نرم کرتا ہے، اس میں دانہ ڈالتا اس میں کھاد پانی اور بھر بھر کے مشکے پانی کے اس میں ڈالتا ہے- اب یہ سارا کام کرنے کے بعد توکل یہ کہ بیج نکلے گا، کونپل نکلے گی، وہ پودا بنے گا کہ نہیں ، یہ اللہ کا کام ہے- اس کو کوئی پرندہ نہ کھا جائے، ضائع نہ ہو جائے- مالی دا کم پانی دینا تی پار پار مشکاں پاوے مالک دا کم پھل پھول لونا لاوے یا نہ لاوے -تو یہ ہے ہمارا توکل- اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور کہیں کہ اللہ مالک ہے، چوڑیاں نہیں پہننی چاہیے ، مردوں کو بھی کوشش کرنی چاہیے محنت کرنی چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں اللہ مالک ہے کہیں روزگار مل جائے گا بھئی اٹھو ، روزگارتلاش کرو، کوئی ادھر ادھر جاؤ، نکلو تو آپ دیکھیں کہ اللہ کی مدد آتی ہے،جب لوگ نکلتے نہیں ، کچھ کرتےنہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی مدد آجائے تو یہ چیز یہاں پر سکھائی جاری ہے کہ لوگو تم اللہ پر توکل کرو- تو ایک آیت کے اندر چھ صفات ہمارے سامنے آئی ہیں- پہلی نرمی دوسرا حسن اخلاق یعنی سختی نہ ہو یعنی حسن اخلاق ہو- اچھا معاملہ ہو تیسرا عفوو درگزر- اور پھر چوتھا استغفار- پانچواں مشاورت چھٹا توکل- اچھا یہاں پر **فَإِذَا عَزَمْتَ** کی بات خاص طور پر رہ گئی کہ جب عزم کر لو اللہ پر توکل کیا ہے کہ جب مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ ہو جائے -پھر ڈٹ جاؤ- بعض اوقات لوگ آپس میں مشورہ کرنے کے بعد پھر ڈھیلے ڈھالے رہتے ہیں کہ کریں یا نہ کریں، ایسا تو نہیں ہو جائے گا یوں تو نہیں ہو جائے گا- پہلے آپس میں اچھے سے مشورہ کر کے فیصلہ کر لینا چاہیے پھر ڈٹ جانا چاہیے قائد کے لیے یہ چیز بہت ضروری ہے- بعض اوقات بعض لوگ فیصلے کرتے ہیں پھر تبدیل کرتے رہتے ہیں ان کے اندر استحکام نہیں ہوتا جب استحکام نہیں ہوتا تو نت نہیں ملتے تو پھر مشکلات، پریشانیاں ، ہوائیں ، باتیں ،ادھر ادھر کی چیزوں سے گھبرانا نہیں چاہیے **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ** اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں تو یہ ہیں ایک اعلیٰ درجے کے قائد کے اوصاف جو کہ رسول اللہ ﷺ کے اندر موجود بھی تھے اگر کوئی کمی بیشی تھی تو پھر سرزنش ہوئی اور آج کے ہر قائد ، ہر امام ، ہر استاد اور والدین اور ہر قائد کو ضروری ہے، اگر وہ چاہتے ہیں کہ کامیابی سے اپنی ذمہ داری کو ادا کریں تو وہ ان صفات کو لے کر چلیں -

کہ نگاہ بلند سخن دل نواز جاں پر سوز - یہی ہے رخت سفر مِیرِ کارواں کے لیے

آیت 160 : إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ:اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرسکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں اللہ تمہاری مدد پر ہو، تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو۔ جو سچے مومن ہیں، ان کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، تو اب آپ دیکھ لیں، کہ یہاں پر بھی جس چیز کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہےوہ یہ ہے کہ اصل جو طاقت ہے ، اصل میں جو چیز کام آنے والی ہے وہ کیا ہے؟ کہ اللہ ﷻ کا بھروسہ۔پوری کوشش کرنے کے بعد پھر اللہ ﷻ پر معاملہ چھوڑ دیا جائے اور یہاں پر اللہ تعالیٰ یہ بات فرما رہے ہیں کہ اگر اللہﷻ تمہاری مدد پر موجود ہے تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں ہے - دوسری بات کیا کہی جا رہی ہےوہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو، جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنا چاہیے جیسے میدانِ بدر میں اللہ ﷻ نے مدد کی تھی ،احد میں بھی اللہﷻ نے مدد کی- لیکن اللہ کی مدد کب آتی ہے؟ **فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ** ایمان ہو، پھر کوشش ہو، پھر اللہ پر توکل ہو، غزوۂ احد میں کچھ دیر کے لیے جو مسئلہ ہوا جب لوگوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی تو یہاں پر اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ سب سے طاقتور ذات اللہ کی ہے اسی پر بھروسہ کرو ، وہی غالب اور حاکم ہے۔ اور ایک ہی ذات ہے جو غالب اور حاکم اوربھروسے کے قابل ہے- مسلمانوں کو تسلی بھی دی جاری ہے، ان کا یقین اور اعتماد بھی بڑھایا جا رہا ہے- اور ساتھ یہ بات کہ مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے- ایمان کا یہ ضروری جز ہےجس کے اندر توکل نہیں ہے گویا کہ اسمیں ایمان نہیں ہے- **فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ** چاہیے کہ ایمان لانے والے اللہ پر توکل کریں- وہی والی بات کہ گاڑی کوlock کر کے پھر اللہ پر توکل کرنا چاہیے،گھر کے دروازے بند کر کے پھر اللہ پر توکل کرنا چاہیے کہ اب امید ہے کہ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا- بعض لوگ امیر ہیں، گھروں میں خزانے ہیں یا جو کچھ بھی ہے،نوکر چاکر بھی ہوتے ہیں بھر رات بھر ان کو پریشانی میں نیند نہیں آتی! کیوں؟ جب آپ نے تالا لگا لیا- آپ نے توکل کر لیا ۔ظاہری اسباب پورے کر لیے اب اللہ پر توکل کریں ۔اطمینان سے سوئیں اللہ ﷻ حفاظت کرے گا یقین ہونا چاہیے تو یہ یقین کی سی کیفیت اس کا علاج ایمان ہے ،اس کا علاج توکل ہے-

آیت 161: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

ترجمہ:کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کر جائے اور جو کوئی خیانت کرے تو وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا، پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ **أَن يَغُلَّ** کہ وہ خیانت کر جائے کہ وہ چوری کر جائے اور جو کوئی خیانت کرے تو اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک سرخ رنگ کی چادر کے بارے میں نازل ہوئی جو بدر کے دن مالِ غنیمت میں سے گم ہو گئی تھی، بعض لوگوں نے کہا شاید چادر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے لیے رکھ لی ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی - روایت ترمذی

اور بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت بھی غزوۂ احد سے متعلق ہے کہ جب شروع میں اس غزوۂ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور وہ غنیمت کا مال اکٹھا کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں بھی درہ چھوڑ دینا چاہیے اور لوٹ مار میں حصہ لینا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت میں ہمارا حصہ ہی نہ لگائیں کیوں کہ ہم ایک طرف ہیں اس شبہ کو دور کرنے کے لیےآیت نازل ہوئی کہ نبی نا انصافی نہیں کرتا- اس سے خیانت ممکن ہی نہیں ہے، کیوں؟ وہ دنیا میں اللہ کی طرف سے امین ہوتا ہے-

حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ،کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے ایک رنگے ہوئے چمڑے میں کچھ سونا بھیجا جس سے ابھی مٹی بھی علیحدہ نہیں ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس سونے کو چار آدمیوں عینیہ، اقرع، زید اور علقمہ یا عامر کے درمیان تقسیم کر دیا- آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی نے کہا اس مال کے تو ہم ان لوگوں سے زیادہ حق دار تھے آپ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم لوگوں کو محمد ﷺ پر اطمینان نہیں حالانکہ میں آسمان والے اللہ تعالیٰ کا امین ہوں اور میرے پاس صبح و شام آسمان کی خبریں آتی ہیں ایک آدمی جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی ،پیشانی باہر نکلی ہوئی ،داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا یعنی بال نہیں تھے اپنا تہبند اپنی پنڈلیوں سے اٹھاتے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ اللہ سے ڈرئیے- آپ ﷺ نے فرمایا : تیری بربادی ہو ! کیا میں روئے زمین پر اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا، ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں اور **مسلم** کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا کہ اے محمد ﷺ عدل کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تیری بربادی ہو اگر میں نے ہی عدل نہ کیا تو اور کون کرے گا وہ آدمی چلا گیا- تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں اس کی گردن نہ اڑا دوں مگر آپ ﷺ نے اسے قتل کرنے کی اجازت نہ دی، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ پیٹھ موڑے جا رہا تھا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو مزے لے لے کر پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے حضرت ابو سعیدرضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں اس قوم کے زمانے میں موجود رہا تو قوم ثمود کی طرح انہیں قتل کر دوں گا۔ روایت مسلم -

اب یہاں پر مال غنیمت کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ نبی کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ خیانت کر جائے اور کیوں؟ (نبی امین ہوتا ہے) اور کیسے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آپ ﷺ خیانت کر جائیں گے تو اس سلسلے میں یہاں پر یہ بات بہت اہم ہے کہ یہاں پر **أَن يَغُلَّ** کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے اور غلول ، خیانت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاص طور پر مال غنیمت کی خیانت ،مال غنیمت میں چوری اور خیانت کا جرم عام چوریوں اور خیانتوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے، کیوں مال غنیمت میں پورے اسلامی لشکر کا حق ہوتا ہے تو جس نے اس میں چوری کی اس نے سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کی چوری کی اگر کسی وقت اس کو تلافی کا خیال آ بھی جائے تو بہت مشکل ہے کیسے اب وہ

سارے لشکر تک اس کا حق پہنچائے گا، کیسے وہ سارے لشکر سے معافی مانگے گا، اگر عام شخص کوئی چوری کرتا ہے، جیسے کسی کے گھر سے چوری کر لے اب اس کو پتہ ہےاس کا ایک مالک ہے وہ اس مالک کے پاس جائے گا یا چیز دے دے گا یا اس سے معافی مانگے گا کہ میں نے فلاں وقت میں تمہاری چوری کی تھی اب مجھے اپنی غلطی کااحساس ہے میں تم سے معافی مانگتا ہوں، لیکن جو مال غنیمت میں یا کسی مسجد کے خزانہ میں یا یہ کہ کسی ادارہ مدارس مساجد، مدارس ،خانقاہیں ہیں ،جس میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا مال ہے چندہ ہے ان کا حصہ ہے تو اگر اس میں کوئی چوری کرتا ہے اس کی تلافی بہت مشکل ہے کہتے ہیں کہ ایک غزوۂ میں ایک شخص نے اون کا کچھ حصہ چھپا کر اپنے پاس رکھا اور مال غنیمت تقسیم ہونے کے بعد اس کو خیال آیا تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے باوجود اس کے کہ آپ رحمت اللہ العالمین اور امت پر امام ہونے سے زیادہ شفیق ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اب میں اس کو کس طرح سارے لشکر میں تقسیم کروں اب تو قیامت کے روز ہی تم اس کو لے کر حاضر ہوگے- یہ آیت یہ بتاتی ہےکہ مال غنیمت کی چوری یا مساجد یا مدارس یا مختلف تنظیمیں ہیں وہاں فنڈ جمع ہوتے ہیں یا جیسے اب کشمیر میں پچھلے سال جو زلزلہ آیا تھا اس کے لیے جو چیزیں جمع ہوئیں اور اس میں لوگوں نے خیانتیں کیں اور بہت خیانتیں کیں کہ اچھی چیزیں نکال لیں اور بہت سی باتیں آپ نے بھی سنی ہوں گی جو لوگ ایسی چوریاں کرتے ہیں تو عام چوری سے اس کی سزا زیادہ شدید ہے اور میدانِ حشر میں جہاں ساری مخلوق جمع ہوگی وہاں سب کے سامنے ایسے لوگوں کو رسوا کیا جائے گا کہ جو مال چوری کیا تھا وہ اس کی گردن پر لگا ہوگا-

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :اور یہ حدیث یہ بڑی سخت حدیث ہے راوی ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمارے درمیان خطبہ دیا جس میں مالِ غنیمت کی چوری کے مسئلے کو بڑی اہمیت کے ساتھ پیش کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں -کسی کی گردن پر اونٹ ہے جو زور سے بلبلا رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میری مدد فرمائیے- اس گناہ کے وبال سے بچائیے تو میں کہوں گا میں تیری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا میں نے تجھے یہ بات دنیا میں پہنچا دی تھی میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں، کسی گردن پر کوئی گھوڑا ہے جو ہنہنا رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے-،کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میری مدد کو دوڑیے میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی بکری سوار ہےاور وہ میمیہ رہی ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میری مدد کو پہنچیے تو میں اس کی فریاد کے جواب میں کہوں میں یہاں تیری لیے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تجھے دنیا میں احکام پہنچا دیے تھے میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کوئی آدمی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے اور یہ شخص کہہ رہا ہے اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میری مدد کو پہنچیئے تو میں اس کی جواب میں کہوں کہ میں یہاں تیری لیے کچھ نہیں کر سکتا میں نے تو دنیا میں تجھے بات پہنچا دی تھی میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے لہلہا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میری مدد کیجئے یا رسول اللہ اغثنی(غوثِ) مدد کرنا. تو میری مدد کیجئے تو میں اس کے جواب میں کہوں میں تیری لیے کچھ نہیں کر سکتا ، **لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْءً قَدْ اَبْلَغْتُكَ**، میں تیری لیے کچھ نہیں کر سکتاکہ میں نے بات تجھے پہنچا دی تھی- میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں ،کہ اس کی گردن پر سونا چاندی سوار ہے- اور وہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میری مدد کیجئیے تو میں اس کے جواب میں کہوں میں تیری گناہ

کی پاداش کو ذرہ بھی نہیں ٹال سکتا میں نے تجھے بات پہنچا دی تھی-اس میں رسول اللہ ﷺ نے جو جانوروں کا ذکر کیا ہے- اونٹ بھی ہے، گھوڑا بھی ہے، ،بکری بھی ہے اور اس کے ساتھ انسان اس کے گردن پر ہے، تو انسان نے اس کو کوئی چیز دی تھی- اور اس نے اس میں گڑ بڑ کر لی- پھر اسی طرح اس کی گردن پر سونا چاندی ہے یا کپڑے ہیں تو آپ دیکھیں بعض اوقات مساجد میں لوگ چندہ رکھ کر چلے جاتے ہیں، کپڑے ہیں، کبھی زیور ،کسی کو انگوٹھی دے دی کہ یہ آگے تک پہنچا دے- اور آپ کہتے ہیں- اس نے تو دے دی یہ تو چلا گیا -اور آگے والوں کو پتا نہیں ہے- پیچھے والا چلا گیا- تو چلو اور اسی طرح بعض اوقات لوگ کپڑے دیتے ہیں- اور ہو سکتا کہ کسی کے دل میں یہ چیز آئے کہ چلو یہ تو بہت اچھا ہے یہ میں لے لوں اور بھی اس طرح کی بہت سے چیزیں کہ اس کو اصل جگہ تک نہ پہنچایا ہو- اور اندر کے لوگ یا اور ایسے لوگ جو کہ آگے تک جن کو پہنچانا تھا وہ اس میں خرد برد کرتے ہیں، وہ اس کو کھاتے پیتے ہیں -اس میں کمی بیشی کرتے ہیں- اور مثلا کوئی چیز اگر آئے اور ہو سکتا کہ مسجد میں سونا چاندی جب آئے گا تو ظاہر ہے وہ بیچا ہی جائے گا اس کی قیمت لگے گی اس کو بھی ہم اپنی مرضی سے یہ نہیں سوچ سکتے، جو ذمہ داران ہیں کہ یہ میں ہی نہ لے لوں اس لیے کہ ہو سکتا کہ آپ قیمت ہی کم لگا دیں اور عوام کے دل میں بھی شکوک اور شبہات تو اس کے لیے کیا ہے کہ قیمت سنار کے پاس یا کچھ لوگوں کے پاس لگوانے کے بعد جیسے آپ گھر کے مال کو بیچتے ہیں دو چار جگہ پر جا کر مسجد کا مال یا بیت المال کا مال مالِ یتیم ہے اور مالِ یتیم کی رکھوالی کون کرتا ہے؟ اللہ رب العزت اس کا نگران ہوتا ہے، اس لیے بہت حساس ہونا چاہیے ایک ڈالر، ایک پینی ،ایک رسی، ایک اون، اون کا وہ گچھا ہے یا کچھ بھی ہے اور اس کی مناسب قیمت اور جو بھی لوگ ہیں کہ ہاں یہ چیز آئی تھی یہ میں نے پہنچا دی اور جتنی احتیاط ہو سکے ،بعض لوگ تو اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ نوٹوں سے نوٹ نہیں بدلتے مثلاً سو ڈالر کسی کو ملے کہ یہ مسجد میں دینے ہیں تو یہ نہیں کرتے کہ پرانا نوٹ رکھ کر نیا لے لیں اتنی احتیاط لوگ کرتے ہیں اور بعض لوگ بھول جاتے ہیں تو کوشش کرنی چاہیے کہ امانتوں میں خیانت نہ ہو- اس لیے کہ اللہ کے ہاں اس کی بڑی سخت پکڑ ہےاور اس کا عظیم وبال ہے،میدان حشر کی رسوائی بھی ہےاور اللہ اور اللہ کے رسول کی ناراضگی بھی ،اور یہاں پر اللہ تعالی یہ بات بتا رہے ہیں کہ فوج کے امیر خود رسول اللہ ﷺ ایسا کیسے کر سکتے تھے- کہ لوگوں نے درہ چھوڑ دیا کہ پتہ نہیں مال غنیمت میں حصہ ملے گا کہ نہیں ، لوگوں کے دل میں اندیشہ پیدا ہونے لگا- کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کر جائے اور جو کوئی خیانت کرے تو اپنی خیانت سمیت قیامت کے روز حاضر ہو جائے گا اس لیے تو رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے چادر چھپائی تھی اون کا کچھ حصہ چھپایا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن اس کے ساتھ آنا ، **وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** کہ قیامت کے دن وہ اس کے ساتھ حاضر ہوگااون کو جو اس نے چھپایا تھا تو ہر چیز کو جو چھپاتا ہے، اب تو وقت گزر گیا -اب پھر اللہ کے ہاں پکڑ ہے، پھر ہر متنفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا-

آیت 162 : أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

ترجمہ:بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اُس شخص کے سے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانا جہنم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے؟

یہاں پر اللہ تعالیٰ یہ بات بھی بتاتے ہیں جو اللہ کی رضا لینے والے ہیں وہ اللہ کی ناراضگی والے کام کرے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر پیارے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے بارے میں بدگمانیاں نہ کریں، اور اس آیت میں مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ صدقات کو تقسیم کرنے کی مصلحت- اگر رسول اللہ ﷺ کچھ سمجھتے ہیں کہ بیت المال میں مال جمع ہے تو وہ کسی کو بھی زیادہ دے دیں کسی کو کم دے دیں تو اس موقع پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، اس سے قوم میں پھوٹ پڑتی ہے، جیسے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی ایسے خدشات یا باتیں پھیلاتے تھے عام کرتے تھےاس سلسلے میں ایک واقعہ پتا چلتا ہے۔

واقعہ: جیسے مالِ غنیمت کی چوری اللہ کی ایسی سخت ناراضگی ہے کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تویہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جنگِ خیبر کی غنیمت میں سونا چاندی تو ملا نہیں بس اونٹ ،بکریاں اور کپڑے وغیرہ تھے- ایک شخص رفاعہ بن زید نے رسول اللہ کو ایک غلام تحفہ دیا تھا جس کا نام مضعم تھا - اس کے بعد آپ وادی القراء کی طرف بڑھے وہاں پہنچنے پر مضعم آپ کو سواری سے اتار رہا تھا کہ اسے ایک تیر آ لگا جس سے اس کی موت واقعہ ہو گئی لوگوں نے کہا اسے جنت مبارک ہو پر آپ ﷺ نے فرمایا:ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اس نے خیبر کے دن اموالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے ایک چادر چرائی تھی، ایک کملی چرائی تھی، جو آگ کے شعلے بن کر اس کے گرد لپٹ رہی ہے جب لوگوں نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اگر تم اسے جمع نہ کرواتے تو قیامت کو یہ تسمے آگ بن کر تمہیں جلاتے- **روایت بخاری**

تو اس واقعے سے بھی کیا پتا چلتا ہے کہ بعض اوقات بہت معمولی سی چیز ہوتی ہے جو مالِ غنیمت کی یا مسجد کی یا مدرسے کی یا کسی بھی جماعت کے لیے لوگ چندہ میں دیتے ہیں بہت معمولی سی حقیقی سی چیز ہوتی ہے ہم کہتے ہیں اس کی ایسی کون سی بات ہے تو اس کی بھی احتیاط کرنی چاہیے، دوسری بات یہ پتا چلتی ہےکہ کبھی کسی کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ وہ تو جنتی ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اس کو جنت دے دے ،اللہ اس کے گناہ معاف کر دے، ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ جنتی ہے -اللہ کو پتا ہے غیب کا علم اور معاملہ ، اس کے ساتھ ہی اس آیت میں ایک اور اہم اصول بھی ہمارے سامنے آتا ہےجو لوگ روزگار پر جاتے ہیں اور روزگار کی گاڑی ہے، وہاں کی مشینری ہے، وہاں کی چیزیں ہیں، وہ بھی ہمارے پاس امانت ہے، کہ روزگار کی چیزوں کا ذاتی استعمال کرنا اگر کوئی ریلوے میں انجینئر ہے، اگر کوئی پی آئی اے کا آفیسر ہے ، اگر کوئی سکول کا پرنسپل مقرر ہے، اگر کوئی وزیر ہے کسی پارلیمنٹ کا ،تو وہ جو بھی چیزیں ہیں جو وسائل ملے ہیں اس طرح سے استعمال کرے گا اس کا غلط استعمال نہیں کرے گا ورنہ وہ بھی خیانت میں شامل ہو جائے گا تو اس کے لیے ہم بیویو ں کو خاص طور پر محتاط ہونا چاہیے ، اور سمجھنا نا چاہیے کبھی بھی ایسی کوئی چیز ہوتے ہوے دیکھیں تو ہم کہیں ہمیں یہ گاڑی نہیں چاہیے ، ہمیں یہ سہولت نہیں چاہیے پرنٹر ہے، فوٹو کاپی مشین ہے الا یہ کہ وہاں کی انتظامیہ کے علم میں ہے کہ یہاں پر ایسا کیا جا سکتا ہے ورنہ یہ چیزیں بھی اس کی تعریف میں آتی ہیں اور یہ آیت 162 یہاں پر یہ بات بتا رہی ہےکہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اس شخص کے سے کام کیسے کر سکتا ہے جو اللہ کی ناراضگی والے ہوں یا اس شخص کے سےجو اللہ کی ناراضگی میں گھر جائے۔ **كَمَنۢ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ س خ ط** سخت ناراضگی جو اللہ کی ناراضگی لے کر لوٹے اس شخص جیسا وہ نہیں ہو سکتا کون ؟ **أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ** جو اللہ کی رضا چاہتا ہے رضوان ۔ اللہ کے نبیﷺ نہ صرف

خود اللہ کی رضا کے متلاشی رہتے تھے بلکہ آپ تو پوری امت کی اصلاح کر رہے تھےکہ وہ بھی اللہ کی اطاعت کریں اور اللہ کی رضا ان کو ملے تو ایسا کام آپ کیسے کر سکتے تھےاور اس کے ساتھ ہی تمام عام مسلمانوں کے لیے بھی نصیحت ہے کہ تمام مسلمان اللہ کی رضا والے کام کریں یعنی مومن ایسا نہیں کر سکتے ، ایمان لانے والے ایسا نہیں کر سکتے اور اگر کوئی ایسا کرے **وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ** اس کو جہنم ملے گی ، اس کا ٹھکانہ جھنم ہے**وَبِئْسَ الْمَصِيرُ** اور کتنا برا ہے یہ ٹھکانہ ، جتنے بھی نبی آئے- وہ سارے کے سارے جو تھے وہ انسان تھے، وہ سارے کے سارے بشر تھے-

آیت 163: هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ

ترجمہ: اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں بدرجہا فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے -

پھر فرمایا اللہ کے نزدیک ان کے درجات ہیں اس سے مراد دونوں طرح کے لوگ اور دونوں لوگ کون ہیں ایک وہ ہے جو دنیا کی فکر کرتا ہے دوسرا وہ جو اللہ کی رضا کی فکر کرتا رہتا ہےاور ساری زندگی اس میں گزار دیتا ہے- وزیر ہوتے ہیں مشیر ہوتے ہیں بڑے اعلی عہدے پر ہوتے ہیں ساری زندگی مفلسی میں گزار دیتے ہیں اور بعض لوگ ان کے پاس چھوٹی سی ملازمت ہوتی ہے کہتے ہیں بڑا فضل ہے ان پر اللہ کا پھر رشوت کو فضل کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا -اس پر بھی بڑا افسوس ہوتا ہے لوگ کہتے ہیں جاب تو اس کی معمولی سی ہے پر فضل بڑا ہے تو یہ اپ سوچیں یہ بھی اللہ کی آیات کے ساتھ مذاق ہے تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ دونوں کے درجے مختلف ہیں اللہ کی رضا تلاش کرنے والا رہے گا لیکن حلال کا رزق اس میں برکت اولاد کا نیک ہونا اللہ کا دعاؤں کا قبول کرنا اور اللہ کو اس کو پھر اعلی درجوں پر پہنچانا یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے اور دوسرا جو اللہ کی ناراضگی والے کام کرتا ہے امانت میں خیانت کرتا ہے اور جو بھی اموال ہیں غنیمت کے یا مساجد کے یا مدرسوں کے ان میں خیانت کرتا ہے چوری کرتا ہے حفاظت نہیں کرتا یا رفاۓ عامہ کے جو کام ہوتے ہیں خدمت خلق کے اس پہ وہ ذمہ دار ہے اور اس کو وہ اپنے ذاتی استعمال میں لاتا رہتا ہے تو یہ اللہ کے نزدیک دونوں شخص برابر نہیں ہیں دونوں کے عمل مختلف ہیں تو دونوں کے درجے بھی مختلف ہیں انعام بھی مختلف ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے اللہ تعالی کیا فرماتے ہیں ضرورت نہیں ہے کہ کوئی بتائے کائنات ویڈیو ہے اللہ کی- یہ زمین گواہی دے گی انسان کے جسم کے اعضا گواہی دیں گے اور اللہ خود جانتا ہے کہ لوگوں نے کیا کیا ہے اچھے لوگوں کو بھی اللہ جانتا ہے اور برے لوگوں کو بھی اللہ جانتا ہے کون اللہ کی رضا کے لیے لڑا اور کون جو ہے وہ اسلام کے خلاف لڑا دونوں کی سرگرمیاں ایک جیسی نہیں ہیں تو دونوں کے درجات بھی ایک جیسے نہیں ہیں اللہ جانتا ہے-

آیت 164: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

ترجمہ:درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اسکی آیات انہیں سناتا ہے،اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اوراُن کو کتاب اوردانائی کی تعلیم دیتا ہے،حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے-

یہاں پر اللہ رب العزت مومنین پر اپنا احسان کا ذکر کر رہے ہیں اور یہاں پر یہ بتا رہے ہیں کہ میرا مومنوں پر سب سے بڑا احسان کیا ہے خود انہی میں سے ایک رسول ان کے پاس بھیجا یعنی نبی کیا تھے وہ بشر تھے، انسان تھے، اور یہ احسان ہےاللہ کا -کہ اللہ تعالٰی نےاپنی قوم کی زبان اور لہجے میں ایک پیغمبر کو بھیجا یعنی اس قوم کا اپنا لہجہ اور اسکی اپنی زبان تھی کیوں ؟ہم جنس لوگوں کی بات زیادہ آسانی سے سمجھتا ہے اور ہم جنس کے پیروی بھی ممکن ہے فرشتوں کی پیروی کیسے ممکن ہو سکتی ہےتو یہاں پر یہ بات سمجھائی جارہی ہے اگر پیغمبر فرشتے ہوتےتو لوگ ان کی پیروی کیسے کرتے ساری خوبیوں سے محروم ہو جاتے تو جتنے بھی نبی آئے وہ سارے کے سارے انسان تھے بشر تھے، یہی مضمون آپ پہلے بھی پڑھ چکی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ پراحسان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ احسان جو کیا ہے سورۃ البقرہ میں اس احسان کے بارے میں پڑھا اور اس کے علاوہ سورۃ الجمعہ میں بھی ہے، یہ البقرہ میں بھی ہے، الفاظ کی آگے پیچھے کر کے مختلف طریقے سے ، لیکن ہے یہی بات- تو بار بار اللہ تعالیٰ یہ بات بتاتے ہیں -کہ میں نے یہ احسان کیا ہےاور اس میں یہ پہلی چیز کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول بھیجا انسانوں میں سے **مِنْ اَنْفُسِهِم** ، دوسری چیز کیا ہےکہ ان کے اوپر وہ آیات کی تلاوت کرتا ہے ،انسان کو اخلاقی اور عملی گمراہیوں سے نکالنے کے لیے ، اصلاح کے لیے کیا کرتا ہے ؟کتاب کی تعلیم دیتا ہے آیات کی تعلیم دیتا ہے **يُزَكِّيهِمْ** ان کا تزکیہ کرتا ہے اور کیا کرتے ہیں ان کو کتاب کی تعلیم اور حکمت سکھاتے ہیں تو یہ ساری خوبیاں ہیں اور یہ اللہ کے نبی ﷺ کی بعثت کے مقاصد بھی ہیں ،تمام انبیاء کی بعثت کے یہی چار مقاصد رہے ،اور یہ آپ ﷺ **کی** شان بھی ہے یہ آپ ﷺ کا مرتبہ اور مقام بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ **کو** ان خاص چیزوں کے ساتھ نوازا ہے تو اس سے ہماری زندگی میں پھر کیا اصول نکلتا ہے بعض اوقات لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرے کو یہ سمجھ لیں کہ یہ تو غیب کا علم بتاتا ہے، تو اصل مقام کیا ہےکہ

1- انسان ہونا، اور فلاں تو بہت پہنچا ہوا ہے وہ تو بتا دیتا ہے کہ بکری گم ہوئی تھی وہ کہاں پر ہے غیب کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے-

2 -دوسرا اصول یہاں سے ہمیں جو ملتا ہےوہ یہ ہےکہ قرآن کی آیات کے ذریعے تزکیہ کیا جائے کہ قرآن کے ذریعے انسان کی زندگی میں جو اندھیرے ہیں ان کو دور کیا جائے ا-نسان کو بتایا جائے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔

3 -تیسری جو اہم بات ہے وہ کتاب کی تعلیم دینا، یعنی وحی کی جو روشنی ہے،اللہ کی وحی کی روشنی، اس کے ذریعے لوگوں کو صراط مستقیم دکھائی جائے اور حکمت سے مراد ۔ سنت اورسیرتِ رسولﷺ کے ذریعے سے لوگوں کی زندگی میں روشنی کی جائے اور اگر یہ کام نہ کیا جائے اور سارے کام بہت سے کیئے جائیں تو پھر کیا ہے-

وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ سے پہلے تو جولوگ تھے وہ صریح گمراہیوں میں پڑےہوئے تھے تو آپ دیکھ لیجئے کہ رسول ﷺ کی آمد کے جو مقاصد ہیں وہ بتائے جا رہے ہیں کہ جیسے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ آپ ﷺ نے خیانت کی ہے تو اللہ تعالی نے بتایا کہ وہ اللہ کی رضا کے کام کرتے تھے دوسرا یہ بتایا کہ ان کا تو مشن ہی یہ تھا تو وہ ایسا کیسے کر سکتے تھے-

آیت 165: أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ: اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے اے نبیؐ! اِن سے کہو، یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور تمہارا یہ کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آئی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی، تو اب آپ دیکھ لیں کہ احد میں جب شکست ہونے لگی تو اس وقت بعض لوگوں کو بہت صدمہ پہنچا اور حیران ہو کر وہ پوچھنے لگے کہ ہم تو اللہ کے دین کی خاطر لڑنے گئے تھے اللہ نے تو فتح کا وعدہ کیا تھا اور اللہ کا رسول میدان جنگ میں موجود تھا پھر بھی ہمیں شکست ہونے لگی ایسا کیوں ہوا منافقین ایسی باتیں کر رہے تھے تو اللہ تعالی نے یہاں پرفرمایا: **أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا** تمہارا یہ کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آئی تو تم یہ کہنے لگے یہ کہاں سے آئی تم حیران ہو گئے ، پریشان ہو گئے، حالانکہ جنگ بدر میں **أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا** اس سے دگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں فریقِ مخالف پر پڑ چکی ہے غزوۂ احد میں مسلمانوں کے 70 آدمی شہید ہوئے تو غزوۂ بدر میں کیا ہوا تھا، کفار کے 70 آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور 70 ہی گرفتار بھی ہوئے تھے،حالانکہ غزوۂ احد میں کوئی مسلمان گرفتار نہیں ہوا تھا تو دگنی مصیبت کافروں کو پڑی اور تم کیا کہنے لگے کہ **قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا** یہ کہاں سے آ گئی اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے تمہاری کمزوریوں اور غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ تم نے صبر کا دامن چھوڑا، تم نے تقویٰ کے خلاف عمل کیا، اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کی ،تم مال کی محبت میں مبتلا ہوئے، تم آپس میں جھگڑا کرنے لگے، پھر یہ پوچھتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ **قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنفُسِكُمْ اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرِ** اللہ ہر چیز پر قادر ہے تم حیرانی کا اظہار نہ کرو بلکہ کیا ہے یہ تو اللہ ہی ہے کہ تمہیں فتح بھی دے سکتا ہےاور شکست بھی دلوا سکتا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تو پھر اس کے بعد اللہ رب العزت بتاتے ہیں کہ تمہیں شکست کیوں ہوئی یعنی تمہارے اپنے ہی عمل تھے، تمہاری اپنی ہی وجوہات تھیں ،اور پھر آگے فرمایا: کہ پھر یہ جنگ جو ہوئی یا اس میں جو نقصان ہوا اس کی کیا وجہ تھی۔

آیت 166: وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ:جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہنچا وہ اللہ کے اذن سے تھا اور اس لیے تھا کہ اللہ دیکھ لے تم میں سے مومن کون ہیں۔

جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہنچا وہ اللہ کی اجازت سے تھا، ایسے نہیں کہ اللہ کے علم کے بغیر تھا، اللہ کی اجازت سے تھا **فَبِإِذْنِ اللَّهِ** اور کس لیے تھا مسلمان پریشان ہیں کہ مسلمان شہید کیوں ہوگئےہم تو مسلمان ہیں اور جیتی ہوئی جنگ شکست میں کیوں تبدیل ہونے لگی، ہمارے ساتھ اللہ کے رسول موجود تھے، تو اللہ تعالی نے فرمایا : **فَبِإِذْنِ اللَّهِ** یہ اللہ کے اذن سے تھا اور کس لیے تھا ، یہاں پر اس کی حکمت کیا تھی؟

آیت 167: وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ

ترجمہ:اور منافق کون، وہ منافق کہ جب اُن سے کہا گیا آؤ، اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم (اپنے شہر کی) مدافعت ہی کرو، تو کہنے لگے اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور ساتھ چلتے یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اُس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جوان کے دلوں میں نہیں ہوتیں، اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

کہ اللہ دیکھ لے کہ تم میں سے مومن کون ہیں اور منافق کون ،اللہ کو تو پتا تھا کہ مومن اور منافق کون ہیں، لیکن اللہ تعالی ایسی صورتحال پیدا کرنا چاہتا تھا کہ دوسروں کو بھی پتا چل جائے کہ مومن کون ہے اور منافق کون ہے تاکہ لوگوں کے پول کھل جائیں اور جو شخص ایمان کے جس درجے پر ہے وہ نتھر کر سامنے آ جائے ہر چیز بالکل واضح ہو جائے فرمایا **وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوافِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ** وہ منافق جب ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا کم از کم اپنے شہر کی مدافعت ہی کرو، یہ کون سا شہر مراد ہے؟ مدینہ وہ کہنے لگے **قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ** کہ اگر ہم جانتے، ہمیں پتہ ہوتا **قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ** کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے **لَّاتَّبَعْنَاكُمْ** ہم ضرور تمہارا اتباع کرتے ۔ عبداللہ بن اُبی جب تین سو منافقوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگاتو بعض مسلمانوں نے اسے جا کر سمجھانا چاہا اور کہا کہ تم ہمارے ساتھ چلو اور اس نے جواب دیا کہ ہمیں یقین ہے کہ آج جنگ نہیں ہوگی اگر ہمیں امید ہوتی کہ جنگ ہوگی-تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے تو یہاں پر اللہ تعالی نے اس کا یہ قول نقل کر دیا کہ جب بھی آزمائش کی گھڑی ہوتی ہے تو منافق اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ فرار اور گریز کی راہیں تلاش کی جائیں ان کی عام طور پر وہ اپنی زبان سے وہ باتیں کرتے ہیں جو دل میں نہیں ہوتا اور ایسے موقع پرجو ان کے دل میں ہوتا ہے وہ ان کی زبان پر آجاتا ہے ان کا نفاق پوری طرح کھل کر واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں: کہ وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں- **هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ** یہ بات جب وہ کہہ رہے تھے اس وقت وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے جب انسان ایسی باتیں کرتا ہے اسلام کو نقصان پہنچانے والی ، بیشک وہ ایمان کا دعویٰ ہی کرے،تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان کی نسبت وہ کفر سے زیادہ قریب تھے کیوں؟ **يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ** وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں **وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ** اور جو کچھ وہ دلوں میں چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

168

ترجمہ: یہ وہی لوگ تو ہیں ۔جو خود تو بیٹھے رہے اور ان کے جو بھائی لڑنے گئے اور مارے گئے ان کے متعلق انہوں نے کہہ دیا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے -ان سے کہو اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو -تو خود جب تمہاری موت آ جائے- تو اسے ٹال کر دکھا دینا۔

تو اب اللہ رب العزت جو منافق ہیں -ان کی ساری چالیں ، بہانے ایک ایک کر کے ان کو کھولتے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بات بتارہے ہیں کہ یہ کس طرح سے اپنی باتوں سے مسلمانوں کے حوصلوں کو توڑتے ہیں -یہ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں -یعنی جہاد اور اللہ کی راہ میں لڑنے کی بجائے کس طرح سے گریز اور فرار حاصل کرتے ہیں- یہ اپنے بھائیوں کا حوصلہ بڑھانے کی بجائے یہ کہتے ہیں- وہ مسلمان جو شہید ہو گئے ان کے با رے میں یہ منافق کہتے تھے- اگر انہوں نے ہماری بات مانی ہوتی-

تو یہ شہید نہ ہوتے- اور مارے نہ جاتے- ہم نے تو کہا تھا -کہ ضرورت ہی نہیں ہے جانے کی- اور سب کچھ کرنے کی - تو یہاں پہ ایک طرف اللہ تعالیٰ راہ حق کی آزمائشوں کی حکمت بتا رہے ہیں -اور دوسری طرف منافقین کی جو چالیں ہیں -ان کے سارے پول کھول رہے ہیں- خود تو بیٹھے رہے- اور جو لوگ شریک ہوئے -اور شہید ہوئے- تو ان کو یہ کہہ رہے ہیں -کہ اگر ہماری بات مانتے تو نہ مارے جاتے -اللہ جلالہٗ **نے** اس کا کیا جواب دیا -اللہ تعالیٰ نے فرمایا- **قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ** کہ ان کو تو تم یہ کہتے ہو- اچھا پھر یوں کرو -کہ جب موت تمہارے پاس آئے -جب بھی آئے -تو پھر اس کو ذرا ٹال کر دکھانا-تو سہی کہ کیسے تم موت سے بچ سکتے ہو- اور اگر یہ اپنے موت کو ٹال سکے -تو پھر ان کی بات صحیح ہے -ورنہ ان کی یہ بات جھوٹی ہے - جو یہ کرتے ہیں - خودتو جہاد میں حصہ نہیں لیا- اور دوسرے مسلمانوں پر اعترضات کر رہے ہیں - تو یہاں پہ مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ یہ بات سمجھا رہے ہیں- کہ منافقوں پر اعتماد نہ کیا کرو -اگر ان کے اندر ایمان ہوتا -تو یہ جہاد میں حصہ لیتے- ان کے پاس ایمان تو ہے ہی نہیں پھر اس کے ساتھ ہی یعنی چونکہ جو شہید ہو چکے تھے -تو منافق ان پر بھی باتیں کرتے تھے -کہ وہ مر گئے -تو اب یہاں پر اللہ رب العزت مسلمانوں کو تسلی دے رہے ہیں -اور وہ جو جہاد میں شہید ہو گئے تھے- ان کے مرتبے ان کی فضیلتیں ان کے درجات بیان کر رہے ہیں- کہ ان کی بڑی فضیلتیں ہیں- اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت 169 سے 171 تک خاص طور پر اس میں شہادت کے درجات اور فضیلتیں بیان کی گئی ہیں- اللہ تعالیٰ نے فرمایا

آیت 169: وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انھیں مُردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں،

پہلی چیز کیا بتائی -کہ **وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا** ان کو جو اللہ کی راہ میں مر جائیں- انہیں مردہ نہ سمجھو- جب جسم کے اندر روح آتی ہے- تو انسان کو زندگی ملتی ہے- اور جب روح جسم سے نکال لی جاتی ہے- تو اس کو موت کہتے ہیں -یعنی روح اور جسم کے اتصال کا نام ہے زندگی اور ان کے انفصال فاصلے کا نام ہے موت -قرآن میں دو بار کی زندگی اور دو بار کی موت کا ذکر ملتا ہے- اور ترتیب کیا ہے؟ یعنی **پہلے** موت ہوتی ہے -کہ انسان کی پیدائش سے پہلے کا وقت عالم ارواح کا ہے -پھر **دوسرا** کیا ہے زندگی یعنی پیدائش سے موت تک کا وقت **پھر** کیا ہے کہ موت سے قیامت تک کا وقت یعنی حشر تک کا -پھر **چوتھی** بات کہ زندگی سے حشر تک کی زندگی یعنی حشر سے لے کر پھر ایک ایسی موت جو لا متناہی ہے- یعنی جس کا کوئی اختتام نہیں ہے-جیسے جنت یا جہنم -تو جو اہم بات ہے وہ کیا ہے؟ کہ موت جب کسی کو آتی ہے- تو وہ ہمیشہ کی موت نہیں ہوتی-بلکہ زندگی کے کچھ نہ کچھ اثرات باقی رہتے ہیں -اور جیسے اللہ جلالہٗ نے **أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ** اب عالمِ ارواح میں جو وعدہ لیا تھا وہ تو ہمیں یاد بھی نہیں ہے- نہ اس کی حقیقت ہمیں معلوم ہے- اسی طرح ہمیں قرآن سے اور احادیث سے یہ پتا چلتا ہے -کہ قبر میں مردے کو عذاب اور ثواب ہوتا ہے-

سورة التكاثر

حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ

یہاں تک کہ (اِسی فکر میں) تم لبِ گور تک پہنچ جاتے ہو-

پھر احادیث سے پتا چلتا ہے کہ قبر یا تو مومن کے لیے جنت کے باغیچوں میں سے باغیچہ بن جاتی ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سےایک گڑھا بن جاتی ہے تو اب ان ادوار کو موت کا دور اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان میں زندگی کے اثرات ہوتے تو ہیں مگر خفیف ہوتے ہیں تھوڑے ہوتے ہیں ، موت کے اثرات زیادہ نمائیاں ہوتے ہیں، تیسری چیز جو بڑی اہم ہے وہ یہ ہے کہ ایک بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے تو فورا زندگی کے دور سے موت کے دور میں داخل ہو جاتا ہے جیسے شہید مرتے ہی عالمِ برزخ کو پھلانگ کر فورا جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے ہمیں احادیث میں اس کی دلیلیں مِلتی ہیں، تو اس کو آپ دیکھئے کہ شہید کی زندگی اور موت کے مراحل اور شہید کے درجات اور فضائل کیا ہیں ؟تو اس حصے میں میں چند ایک احادیث آپ کے سامنے رکھتی ہوں -

حدیث : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں- کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے اور پوچھا -کیا بات ہے -جابر میں تمہیں افسردہ دیکھ رہا ہوں -شکستہ خاطر میں نے عرض کیا- یا رسول اللہ ﷺ میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے- اور قرض اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی9 یا 10 بہنیں تھیں- اور یہ اکلوتے بھائی تھے -اور والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے -آپ ﷺ نے فرمایا -کیا میں تمہیں یہ بشارت نہ دوں -کہ ان کی اللہ جل جلالہ سے کیسے ملاقات ہوئی - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا- اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا- موت کےپردے کے پیچھے سے اللہ جل جلالہ **نے** تمہارے باپ کو زندہ کیا -پھر اس سے رو در رو بات کی -اور پوچھا کچھ عرض کرو- جو میں تمہیں عطا کروں تیرے باپ نے کہا -اے میرے پروردگار مجھے دوبارہ زندگی دے -تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں -اللہ تعالیٰ نے فرمایا -یہ بات پہلے سے طے ہو چکی ہے -کہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے راوی کہتا ہے-یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی -

ترمذی ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں -کہ جب میرے والد حضرت عبداللہ احد کی لڑائی میں شہید ہوئے- تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا- اے جابر کیابات ہے کہ میں تمہیں افسردہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور قرض اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی 9 یا 10 بہنیں تھیں- اور اکلوتے بھائی تھے اور والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ بشارت نہ دوں کہ ان کی اللہ سے کیسے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلائیے آپ نے فرمایا اللہ تعالی کسی سے کلام نہیں کرتا مگر پردے کے پیچھے سے اللہ نے تمہارے باپ کو زندہ کیا پھر اس نے رو در رو بات کی اور پوچھا کچھ آرزو کرو جو میں تمہیں عطا کروں تیرے باپ نے کہا اے میرے پروردگار مجھے دوبارہ زندگی دے تاکہ میں دوسری مرتبہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں اللہ تعالی نے فرمایا یہ بات پہلے سے طے ہو چکی ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے راوی کہتا ہے یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی اور اس کو میں آپ کو اس طرح سے بھی سناتی ہوں ان کے والد احد میں جو ہے وہ شہید ہوئے ہیں اچھا اس کو آپ دیکھیں یہ **ابن ماجہ** کی یوں بھی روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد عبداللہ احد کی لڑائی میں شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا۔ اے جابر کیا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ بات جو اللہ نے تمہارے باپ سے شہادت کے بعد کہی میں نے کہا ۔کہ ہاں -(تو وہی والی حدیث ساری تو اب اس کے بعد جو ہے انہوں نے کیا کہا)کہ آخری الفاظ کیا ہیں کہ جب اللہ نے یہ کہہ دیا نا کہ یہ بات طے ہے کہ جو میرے پاس آئے واپس نہیں جاتا تو انہوں نے کہا ۔کہ اے میرے رب میری یہ تمنا میرے زندہ ساتھیوں تک پہنچا دیجئے ۔تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کر دی

(یہ حدیث احد کی لڑائی کے متعلق ہے اور سورۃ ال عمران میں بھی احد کی لڑائی کے متعلق گفتگو کی گئی ہے)
اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کر دی -**وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا**

حدیث : حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں -میرے چچا انس رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں مدینہ میں موجود نہ تھےا ور شرکت نہ کر سکے -یعنی چچا مدینہ میں تھے ہی نہیں- کہ غزہ بدر میں لڑتے- اس لیے انہوں نے کہا- کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ میں شریک نہیں ہو سکا اگر پھر مشرکین سے لڑائی ہوئی اور اللہ نے اس میں مجھےشرکت کی توفیق بخشی تو اللہ دیکھ لے گا -کہ میں کیا کرتا ہوں- چنانچہ احد کی لڑائی میں جب مسلمان پریشان ہو کر بھاگے- تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا- اے اللہ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں -اس حرکت کی جو مسلمانوں نے کی ہے -اور میں اظہار برات کرتا ہوں -یعنی بری ہوتا ہوں- اس سے جو مشرکین نے کیا- پھر آگے بڑھے- تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی- تو ان سے فرمایا-اے سعد قسم ہے- مدد فرمانے والے رب کی- میں جنت کی طرف جا رہا ہوں- میں احد کے اس طرف جنت کی خوشبو پاتا ہوں -حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں -اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ جو کارنامہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے انجام دیا- وہ مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا -حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کاپتا ہے کون ہیں؟جب انہوں نےوفات پائی-تو رسول اللہﷺ **نے** فرمایا کہ ان کی وفات پر رحمان کا عرش رویا-حدیث میں آتا ہے -آپ ﷺ نے فرمایا تھا- ستر ہزار فرشتوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی -اور جب ان کی قبر کھو دی گئی - تو اس میں سے خوشبو آ رہی تھی -تو اب وہ کہتے ہیں کہ میں وہ نہیں کر سکا -جو انہوں نے کیا -اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں- کہ ہم نے اپنے چچا کے جسم پر 80 سے زیادہ زخم دیکھے -80 سے زیادہ ان میں سے کچھ تلواروں کے کچھ نیزوں کے -اور کچھ تیروں کے زخم تھے -وہ مشرکین کے ہاتھوں شہید ہوئے اور انہیں اس بے دردی سے شہید کیا گیا -کہ پہچانے نہیں جا سکتے تھے -ان کی بہن نے ان کی انگلیوں سے پہچانا **-بخاری مسلم**

سورۃ احزاب کی آیت 23 ہے-
کہ **مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا۟ مَا عَٰهَدُوا۟ ٱللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُۥ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا۟ تَبْدِيلًا**-مومنوں میں سے ایسے بھی ہیں -جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے بندگی کے وعدے کو سچ کر دکھایا -ان میں کچھ تو اپنی نذریں پوری کر چکے اور کچھ بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں انہوں نے اپنے عہد میں ذرا تبدیلی نہیں کی -
تو ان کو جنت کی خوشبو آ رہی تھی- حالانکہ آپ دیکھیں -کہ کیسی شہادت ان کو ملی ہے -

حدیث : حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں -کہ کچھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے- اور انہوں نے آپ ﷺ **سے** کہا- کہ ہمارے ساتھ کچھ آدمیوں کو بھیجئے- جو ہمیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیں- تو آپ نے انصار میں سے ستر صحابہ کو جنہیں صاحب قرآن کہا جاتا تھا- وہاں بھیجا- انہی میں میرے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے- یہ لوگ مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر رات کو قرآن پڑھتے اور سیکھتے- اور دن میں پانی لا کر مسجد نبوی میں رکھتے- ان سب حضرات کو رسول اللہ ﷺ نے اُن کی تعلیم اور تربیت کے لیے بھیجا- ان لوگوں نے قرآن کے حامل ستر صحابہ کو راستے میں شہید کر ڈالا -اور جب یہ شہید کیے جا رہے تھے -اس وقت انہوں نے یہ دعا کی -یعنی ایک قبیلے کے لوگوں نے آکر کہا -کہ ہمیں کچھ آدمی بھیجیں -کہ ہمارے قبیلے کو سکھائیں تو آپﷺ نے

اس طرح کے ستر آدمیوں کو بھیجا- اور انہوں نے دھوکے سے جا کر ایک جگہ ان کا محاصرہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا -اور یہ جو شہید ہوئے -انہوں نے اللہ سے کیا **دعا** کی-

دعا:

اے اللہ ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دیجئے- کہ ہم اپنے رب سے جا ملے-اور رب ہم سے خوش ہوا -اور ہم اپنے رب سے خوش ہوئے -راوی کہتا ہے ا-یک آدمی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مامو ں حضرت حرام کے پاس آیا- اور پیچھے سے نیزے کا وار کیا -یہاں تک کہ وہ آر پار ہو گیا -تو انہوں نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی -میں نے تو کامیابی حاصل کر لی- رب کعبہ کی قسم ہے- کامیاب ہو گیا- مدینہ میں وحی کے ذریعے رسول اللہ کو معلوم ہو گیا -تو لوگوں کو بتایا کہ تمہارے بھائی جو تعلیم اور تبلیغ کے لیے بھیجے گئے تھے- وہ راستے میں شہید کر دیے گئے- اور انہوں نے مرتے وقت یہ کہا -کہ اے اللہ ہمارے نبی کو یہ بات پہنچا دیجئے- کہ ہم اپنے رب سے جا ملیے- اور رب ہماری قربانیوں سے خوش ہوا اور ہم اپنے رب کا انعام پا کر خوش ہوئے -تو اب آپ دیکھ لیں - بعض لوگ کہتے ہیں- ان صحابہ کے بارے میں یہ بئرمعونہ پر شہید ہوئے -بعض کہتے ہیں- یہ غزوۂ احد کے بارے میں ہیں- اور مفسرین کہتے ہیں- کہ آیات اگر نازل ہوتی ہیں- کسی خاص واقعے پر مطلب عمومی ہوتا ہے -جتنے بھی یہ شہداء ہیں -جو اس زمانے میں جنگوں میں شہید ہوئے -جو صحابہ کے زمانے میں جنگوں میں شہید ہوئے -جو آج کے دور میں شہید ہو رہے ہیں -سب کے یہی درجات اور فضائل ہیں- اسی طرح ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں- تو ایک آدمی جو معمولی لباس پہنے ہوے تھا- اپنی جگہ سے اٹھا -اور کہا- کیا واقعی آپ نے رسول اللہ کو یہ بات کہتے سنا ہے -کیونکہ حضرت ابو موسیٰ کے بیٹے ابو بکر کہتے ہیں -کہ میں نے اپنے باپ کو محاذ جنگ پر یہ کہتے سنا ؟ کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں- تو اس شخص نے پوچھا -کہ واقعی تمہارے والد نے یہ سنا تھا- کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایسے فرمایا - وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا -کہ تم میرا آخری سلام قبول کرو- اس کے بعد اس نے اپنی تلوار کا پرتلا توڑ ڈالا زمین پر پھینک دیا -اور اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا -اور بہت سے دشمنوں کو مارا -یہاں تک کہ شہید ہو گیا- تو آپ دیکھ لیجئے- کہ شہادت کا کیا درجہ ہے -اور اس کا کیا مقام ہے- تو اسی طرح سے ہمیں ایک اور حدیث ملتی ہے-

حدیث: کہ ایک دیہاتی عرب نبی ﷺ کی خدمت پر حاضر ہوا -اور آپ ﷺ **پر** ایمان لایا -اور ساتھ ہو لیا- اور کہا کہ میں اپنا گھر بار چھوڑ کر یہیں آپ ﷺ **کے** ساتھ مدینہ میں رہوں گا ا-س کے بارے میں رسول اللہ ﷺ **نے** بعض صحابہ کو کچھ ہدایات دیں- جہاد ہوا- تو نبی ﷺ نے اس کے بعد جہاد میں جو مالِ غنیمت ملا -اس میں دیہاتی عرب کا بھی حصہ لگایا- اور کسی صحابی کے حوالے کیا -کہ جب وہ آئے- تو اس کو حصہ دے دینا -وہ موجود نہ تھا -مجاہدین کے اونٹ چرانے لے گیا تھا -جب آیا -تو اس کا حصہ لوگوں نے اسے دیا -تو اس نے کہا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں یہ حصہ دیا ہے- تو اپنا حصہ لے لو-رسول اللہ ﷺ **کی** خدمت میں پہنچا -اور کہا یہ کیا ہے ؟آپ ﷺ **نے** فرمایا -یہ تمہارا حصہ ہے- جو میں نے تمہیں دیا ہے- اس نے کہا میں نے اس مال کے لیے آپ ﷺ **کا** ساتھ تھوڑی دیا ہے -میں نے تو آپ ﷺ کی پیروی اس لیے کی ہے -کہ مجھے دشمنوں کا کوئی تیر آ کر لگے -اور میں شہادت پاؤں- اور جنت میں چلا جاؤں- نبی ﷺ نے فرمایا -اگر تمہاری نیت سچی ہے -تو اللہ جل جلالہ تیرے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمائے گا- کچھ عرصہ بعد لوگ دشمن سے جہاد کرنے نکلے- تو یہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا -اور جہاد میں شریک ہوا -اس کا جنازہ رسول اللہ ﷺ **کے** پاس لایا گیا- اس

کے حلق میں دشمن کا کوئی تیر لگ گیا تھا -جس سے موت واقعہ ہوگئ تھی -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا -کیا یہ وہی شخص ہے -جس نے شہادت کی تمنا کی تھی- لوگوں نے کہا- ہاں یہ وہی شخص ہے -آپ ﷺ نے فرمایا -اس نے اللہ جل جلالہ سے سچی عرض کی تھی- اور اللہ جل جلالہ نے اس کو پورا کر دیا -پھر آپ ﷺ نے اپنا مبارک جبہ اتارا -اس میں اسے کفنایہ -پھر اس کی نماز جنازہ پڑھی- اور آپ ﷺ نے اس کے لیے ان الفاظ میں دعا کی-

دعا:

اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے -اس نے تیری راہ میں ہجرت کی -اور تیری راہ میں اس نے شہادت پائی -میں اس پر گواہ ہوں- اس طرح کے سارے واقعات اس تفصیل میں آتے ہیں - **بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ** تو پہلی چیز کیا ہے- کہ وہ زندہ ہیں -دوسری چیز **يُرْزَقُونَ** کہ انہیں اللہ جل جلالہ کے پاس رزق ملتا ہے-

آیت 170: فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا۟ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ترجمہ: جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے اُس پر خوش وخُرم ہیں ،اور مطمئن ہیں کہ جو اہلِ ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کاموقع نہیں ہے-

تیسری چیز - **فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ** کہ جو کچھ اللہ جل جلالہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے - اس میں وہ خوش ہیں **وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا۟ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ**
چوتھی بات کہ جو کچھ انعام ان کو ملا ہے-وہ اس پر اتنے خوش ہیں کہ جو پیچھے آنے والے ہیں- ان کے لیے بھی خوشیاں منا رہے ہیں -کہ جو لوگ جہاد کریں گے -اور اسی طرح آگے اللہ جل جلالہ کے پاس پہنچیں گے-تو ان کے پاس بھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی -ان کو کوئی بھی مشکل نہیں ہوگی

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے- کہ ہم نے پوچھا یعنی شہادت کے بارے میں- تو آپ ﷺ نے فرمایا- شہید کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں ہوں گی- ان کے لیے عرشِ الٰہی میں کچھ قندیلیں لٹکی ہیں- یہ روحیں جنت میں جہاں چاہیے سیر کرتی پھرتی ہیں- پھر ان قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں- ان کے پروردگار نے ان کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے تو انہوں نے کہا -ہم کس چیز کی خواہش کریں- ہم جہاں چاہیے سیر کرتی پھرتی ہیں -پروردگار نے ان سے تین بار یہ سوال پوچھا -جب انہوں نے دیکھا -کہ اب جواب دیے بغیر چارہ نہیں -تو کہا -اے ہمارے پروردگار ہم یہ چاہتے ہیں -کہ تُو ہماری روحیں واپس دنیا میں لوٹا دے -تاکہ ہم تیری راہ میں پھرجنگ کریں اور پھر شہید ہوں - ممکن نہیں -کہ پھر دنیا میں ان کو بھیجا جائے -تو اب یہ ساری بات یعنی یہ ایک طرف تو شہید کے درجات اور فضیلتیں ہیں-- بہت سال پہلے کہتے ہیں -ٹی وی پہ بھی دکھایا گیا تھا - عراق میں صحابہ کی قبروں کو جب کھولا کیا گیا تھا- تو وہ بالکل صحیح تھیں اسی طرح جو احد کے شہید تھے- ان کی جگہ کو بھی جب تبدیل کیا گیا تھا -تو بلکل وہ صحیح حالت میں تھے- تو ایک بات ہمیں یہ سمجھنی ہے - وہ کیا کہ شہید کی جو زندگی ہے- اس کی حقیقت کیا ہے اس کا شعور ہمیں نہیں ہے -

سورۃ البقرہ 154 اس سے بھی ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے **وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَـٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ** (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے)۔
یعنی ان کی زندگی کیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتےہیں۔ وہ تو زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں ہے ۔ اچھا پھر دوسری بات کہ قبروں میں ان کی روحیں واپس آجاتی ہیں۔ وہ اللہ ﷻ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ جنت کے پھلوں کی خوشبو انہیں آتی ہیں۔ اس کی خوشبومیں معطر رہتے ہیں لیکن حدیث سے ہمیں یہ بھی پتا چلا کہ سبز پرندوں کی شکل میں وہ چلتی پھرتی ہیں ۔چرتی چکتی ہیں پھر ہمیں یہاں پر یہ بھی پتا چلا ۔کہ پیچھے جو مسلمان دنیا میں ہیں۔ جو جہاد کر رہے ہوتے ہیں ۔ان کے لیے یہ خواہش کرتے ہیں ۔ان کو پتا چل جائے ۔کہ ہم شہید ہوئے ہیں ۔ہمیں جو درجات ملے ہیں۔ تاکہ ان کو تسلی ہو جائے ۔جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا ۔کیونکہ وہ اداس بیٹھے تھے۔تو ان کے والد کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اب لطیف زندگی بسر کررہے ہیں تو یہ ساری آیات کہتے ہیں۔ غزوۂ ہوا اور ستر مسلمان شہید ہو گئے۔ تو لوگ اداس تھے پریشان تھے ۔گھر والے یا مسلمان تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس میں پریشانی کی کوئی بات ہی نہیں ہے ۔بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضائل میں ہیں برکتوں میں ہیں خوش ہیں۔

آیت 171: يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍۢ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍۢ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔
اللہ کی نعمتوں میں اور فضل پر وہ خوشیاں منا رہے ہیں اور پھر آخری آیت کا یہ حصہ بڑا اہم ہے۔ **وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ** کہ اللہ مومنوں کے اجر کوضائع نہیں کیا کرتا۔تو اصل چیز کہ اللہ ﷻ **دنیا** میں بھی بہت دیتا ہے۔ اور آخرت میں بھی نوازے گا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت دے ۔

دعا:
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے ۔ کہ شہادت کی زندگی تو چاہتا ہوں ۔لیکن مدینہ رسول میں چاہتا ہوں۔ رسول کا شہر بھی چھوڑنا نہیں چاہتا۔تو آپ رضی اللہ عنہ کو پھر کیسے شہادت ملی ؟ کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ ہی میں تھے۔ابو لولو فیروز نامی شخص تھا۔ اس نے جب آ کر خنجر مارا تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز کی امامت کر رہے تھے ۔پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی ۔اور جب آپ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلی بات یہ پوچھی تھی ۔کہ کیا لوگوں نے نماز مکمل کر لی۔پھر آپ نے یہ پوچھا تھا ۔کہ مجھے مارنے والا کون تھا ۔مسلمان تو نہیں تھا۔ اور شکر ادا کیا ۔کہ وہ مسلمان نہیں تھا ۔اور پھر اس کے بعد اللہ تعالی نے دعا قبول کی۔اور ایک دفعہ کہتے ہیں ۔کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی آتا ہے ۔کہ آپ ﷺ احد پہاڑ پر چل رہے تھے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی ۔ احد پہاڑ کو مخاطب کر کے فرمایاتھا ۔کہ پرے ہو جا ۔یا سمٹ جا کہ تیرے اوپر شہداء ہیں ۔یعنی اس سے مراد کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیسے وفات ہوئی۔ان کو کسی نےکوئی خنجر مارا تھا ۔تو وہ بھی شہادت کی موت ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اور پھرحضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ کیسی موت مرے؟حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کونسی موت مرے ؟طبعی موت۔ تو بہرحال شہداء کے درجات اور ان کی بلندیاں اللہ تعالی ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا کرے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ